REGISTERED WITH THE REGISTRAR OF NEWS PAPERS FOR INDIA AT No — R.N 6/57

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم　　نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم　　وعلی عبدہ المسیح الموعود

REGD NO P. GDP-3

جلد ۲۶　　شمارہ ۳۴

ولقد نصرکم اللہ ببدر و انتم اذلۃ

ہفت روزہ بدر قادیان

ایڈیٹر: محمد حفیظ بقاپوری

نائبین: جاوید اقبال اختر، محمد انعام غوری

شرح چندہ
سالانہ ۱۵ روپے
ششماہی ۸ روپے
ممالکِ غیر ۳۰ روپے
فی پرچہ ۳۰ پیسے

THE WEEKLY BADR QADIAN-143516

۹ رمضان المبارک ۱۳۹۷ ہجری　　۲۵ ظہور ۱۳۵۶ ہجری شمسی　　۲۵ اگست ۱۹۷۷ عیسوی

اخبارِ احمدیہ

قادیان ۲۲ ظہور (اگست) سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی صحت کے متعلق مورخہ ۱۳ اور ۱۵ اگست ۷۷ء کی اطلاع مظہر ہے کہ "گرمی کی وجہ سے طبیعت ناساز ہے۔"

احباب اپنے محبوب امام ہمام کی صحت و سلامتی، درازیٔ عمر اور مقاصدِ عالیہ میں فتح المرامی کے لئے دردِ دل سے دعائیں جاری رکھیں۔

قادیان ۲۲ ظہور (اگست) محترم صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ مع اہل و عیال حیدرآباد، یادگیر وغیرہ مقامات میں ایک ماہ قیام فرمانے کے بعد کل ۲۳ کو قادیان واپس تشریف لا رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سفر و حضر میں سب کا حافظ و ناصر ہو آمین ۞

خلاصہ خطبہ جمعہ

ربوہ ۱۹ / ۲۹ دفا آج جامع مسجد اقصیٰ میں نمازِ جمعہ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے تشریف لا کر پڑھائی۔ حضور نے خطبہ جمعہ میں بتایا کہ قرآن کریم نے اپنے کمال کا خود اعلان کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ "اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَ رَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا" (المائدہ آیت ۴) یعنی اللہ تعالیٰ نے اس کے ذریعہ علمِ دین کو مرتبۂ کمال تک پہنچا دیا ہے اور نوعِ انسان کے لئے ہر قسم کی نعمتوں کے دروازے کھول دئے ہیں حضور نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ملفوظات میں سے ایک اقتباس پڑھ کر سنایا اور اس کی روشنی میں قرآن کریم کی آیات کَلِمَۃً طَیِّبَۃً کَشَجَرَۃٍ طَیِّبَۃٍ اَصْلُھَا ثَابِتٌ وَّ فَرْعُھَا فِی السَّمَآءِ تُؤْتِیْٓ اُکُلَھَا کُلَّ حِیْنٍۭ بِاِذْنِ رَبِّھَا (ابراہیم ۲۵) کی پُر معارف تفسیر کرتے ہوئے قرآن کریم کے مرتبۂ کمال کے ان تین پہلوؤں کی وضاحت فرمائی:-

(۱) اس کے بیان کردہ تمام اصول ثابتہ اور متحقق ہیں وہ قانونِ قدرت سے پوری موافقت رکھتے ہیں بالفاظ دیگر خدا کے کلام اور اس کے فعل میں مضبوط رشتہ موجود ہے اگر انسان اس کا مطالعہ کرے اور پھر اس پر عمل کرنے کی کوشش کرے تو اسے ثباتِ قدم عطا کیا جاتا ہے۔

(۲) قرآنی تعلیم فطرتِ انسانی کے عین مطابق ہے جو انسان بھی صحیح معنوں میں غور کرے گا۔ وہ اس نتیجہ پر پہنچے گا کہ یہ

(باقی ص۱۱ پر)

نماز تزکیۂ نفس کرتی ہے اور روزہ سے تجلّیٔ قلب ہوتی ہے

ارشاداتِ عالیہ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

"رمضان سورج کی تپش کو کہتے ہیں۔ رمضان میں چونکہ انسان اکل و شرب اور تمام جسمانی لذتوں پر صبر کرتا ہے۔ دوسرے اللہ تعالیٰ کے احکام کے لئے ایک حرارت اور جوش پیدا کرتا ہے۔ روحانی اور جسمانی حرارت اور تپش مل کر رمضان ہوا۔ اہلِ لغت جو کہتے ہیں کہ گرمی کے مہینے میں آیا اس لئے رمضان کہلایا۔ میرے نزدیک یہ صحیح نہیں ہے۔ کیونکہ یہ عرب کے لئے خصوصیت نہیں ہو سکتی۔ روحانی رمضان سے مراد روحانی ذوق و شوق اور حرارتِ دینی ہوتی ہے رمضان اس حرارت کو بھی کہتے ہیں جس سے پتھر وغیرہ گرم ہوتے ہیں۔ رمضان دعا کا مہینہ ہے۔ شَھْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْٓ اُنْزِلَ فِیْہِ الْقُرْاٰنُ سے ہی ماہ رمضان کی عظمت معلوم ہوتی ہے۔ صوفیوں نے اس مہینہ کو تنویرِ قلب کے لئے عمدہ لکھا ہے۔ اس میں کثرت سے مکاشفات ہوتے ہیں۔ نماز تزکیۂ نفس کرتی ہے اور روزہ سے تجلّیٔ قلب ہوتی ہے۔ تزکیۂ نفس سے مراد یہ ہے کہ نفسِ امّارہ کی شہوات سے بُعد حاصل ہو جاوے اور تجلّیٔ قلب سے مکاشفات ہوتے ہیں جن سے مومن خدا کو دیکھ لیتا ہے۔ اُنْزِلَ فِیْہِ الْقُرْاٰنُ میں یہی اشارہ ہے۔ بے شک روزہ کا حکم اجرِ عظیم ہے۔ مگر امراض اور اغراض اس نعمت سے انسان کو محروم کر دیتے ہیں۔ روزہ کے بارہ میں خدا فرماتا ہے۔ اَنْ تَصُوْمُوْا خَیْرٌ لَّکُمْ اگر تم روزہ رکھ ہی لیا کرو تو تمہارے لئے اس میں بڑی خیر ہے۔" (فتاویٰ احمدیہ ص۱۶۵) — فرمایا "حدیث شریف میں آیا ہے کہ دو آدمی بڑے بدقسمت ہیں۔ ایک وہ جس نے رمضان پایا اور رمضان گذر گیا پر اس کے گناہ نہ بخشے گئے اور دوسرا وہ جس نے والدین کو پایا اور والدین گزر گئے اور اس کے گناہ نہ بخشے گئے۔ والدین کے سایہ میں جب ہوتا ہے تو اس کے تمام ہمّ و غم والدین اٹھاتے ہیں جب انسان خود دنیوی امور میں پڑتا ہے تب انسان کو والدین کی قدر معلوم ہوتی ہے۔" (الحکم ۲۹ فروری ۱۹۰۸ء ص۲)

ملک صلاح الدین ایم اے پرنٹر و پبلشر نے فضل عمر پرنٹنگ پریس قادیان سے چھپوا کر دفتر اخبار بدر قادیان (پن ۱۴۳۵۱۶) سے شائع کیا۔ پروپرائٹر صدر انجمن احمدیہ قادیان

ہفت روزہ بدر قادیان
مورخہ ۲۵ ظہور ۱۳۵۶ ہش

خدا تعالیٰ کی رضا۔ اور۔ اس کا حصول

ایک مومن مسلم کی دلی تمنا اور اس کی نیک خواہشات کا منتہیٰ یہ ہے کہ اسے خدا تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی حاصل ہو جائے۔ روزے کو جملہ شرائط کے ساتھ پورا کرنا بھی خدا کی رضا حاصل کرنے کا ایک حتمی ذریعہ ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ روزے دار کو دو خوشیاں ملتی ہیں۔ پہلی خوشی تو اس وقت جب وہ روزہ افطار کرتا ہے اور دوسری خوشی اس وقت جب وہ بعد از وفات اپنے خدا کے حضور حاضر ہوگا۔ اور اسے اس کے پر خلوص روزے کا حسب وعدہ خدا تعالیٰ سے اجرِ جزیل ملے گا۔

افطار کے وقت ایک روزے دار کو جس قسم کی خوشی حاصل ہوتی ہے۔ ممکن ہے اس کی صحیح کیفیت الفاظ میں بیان نہ ہو سکے لیکن اس کی لذت اور غیر معمولی سُرور کا ہر مومن کو ہر روز افطار کے وقت ذاتی تجربہ ہو جاتا ہے۔ اس کی ایک وجہ تو ظاہر ہی ہے کہ طلوعِ فجر سے لے کر غروبِ آفتاب تک مسلسل کئی گھنٹے محض رضا ئے الٰہی کے حصول کی خاطر روزے دار نے اپنا کھانا پینا اور دیگر ضروریاتِ بشریہ سے پرہیز کی۔ اور جب یہ وقت پورا ہو گیا اور اس نے افطار کیا تو خدائے قدوس کے ایک حکم کی تعمیل کر کے اور اسلامی فرائض میں سے ایک بڑے رُکن کے ایک جزء کے تمام ہونے پر دل میں فرحت اور سُرور کا پیدا ہو جانا ایک قدرتی امر ہے اور یہی وہ پہلی خوشی ہے جس کی طرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اشارہ فرمایا ہے۔

روزے دار کو دوسری خوشی اس وقت میسّر آنے کا ذکر فرمایا گیا ہے جب وہ خدا کے حضور حاضر ہو کر روزے کا ثواب پاتا ہے اس کے لئے آپ کو حدیثِ قدسی کے وہ الفاظ مستحضر کرنے ہونگے جن میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا:۔

"کُلُّ عملِ ابنِ آدمَ لہٗ اِلَّا الصِّیام فانّہ لی و انا اُجزیٰ بہٖ" کہ ابن آدم کا ہر نیک عمل جو میرے احکام کی بجا آوری کے سلسلہ میں کرتا ہے اس سے اس کی اپنی بشریت کا اظہار ہوتا ہے سوائے روزوں کے کہ روزوں کا التزام کر کے ایک مومن بندہ ایک محدود وقت کے لئے گویا اپنے آپ کو خدا کے رنگ میں رنگین کر لینے کی کوشش کر رہا ہوتا ہے (جو کھانے پینے اور حوائجِ بشریہ سے پاک ہے) اسی لئے فرمایا کہ روزہ میرے لئے رکھا گیا ہے اور اس کی جزا میں خود ہو جاتا ہوں۔ گویا جب بندے کو خدا مل گیا تو اسے سب کچھ مل گیا۔ خدا کے مل جانے سے مُراد خدا کی خوشنودی اور اس کی رضا ہی ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ لفظ "اسلام" کے معنی ہی یہ ہیں کہ ایک مسلمان خدا کی رضا اور اس کی خوشنودی کے لئے اپنا سب کچھ قربان کر دے اس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں ؎

اسلام چیز کیا ہے خدا کے لئے فنا ترکِ رضائے خویش پئے مرضیٔ خدا

یہ جو حدیث قدسی کے حوالہ سے روزے کو خدا کی رضا کا ذریعہ بتایا گیا ہے "اسلام" کی اس تشریح سے بات اور واضح ہو گئی۔ کیونکہ اسلامی عبادات میں سے روزہ بھی ایک چوٹی کی عبادت ہے اور پھر اس کا ثمرہ بھی تو چوٹی کی چیز ہونی چاہیئے تھی۔!!

اب آئیے! ایک اور پہلو سے اس مسئلہ پر غور کریں اگرچہ لفظِ اسلام کی مذکورہ تعریف و تشریح سے یہ بات واضح ہے کہ ایک مسلم و مومن کا اصل مقام رضا بالقضاء ہے اور یہ مقام کوئی معمولی نہیں بہت بڑا مقام ہے چنانچہ دینِ اسلام میں داخل ہوتے وقت ایک مسلمان کو جن چھ بنیادی باتوں پر ایمان لانے کی ہدایت کی گئی ہے ان میں سے ایک ایمان بالقدر خیرہ و شرّہٖ بھی ہے۔ یعنی تقدیرِ الٰہی جو دنیا میں خیر یا شر کی صورت میں ظاہر ہوتی ہے اس پر ایمان لانا۔ اس کا آسان لفظوں میں مطلب یہ ہے کہ اسلام ہر مسلمان کے دل میں یہ بات اُتار دینا چاہتا ہے کہ جو کچھ اس کائناتِ عالم میں ہو رہا ہے وہ سب خدا کی قضاء و قدر یعنی اسی کے منشاء اور فیصلہ کے مطابق ہو رہا ہے۔ وہ حکیمِ مطلق ہے۔ اس کے تمام فیصلے اور اس کے تمام اقوال و احکام اپنے اندر حق و حکمت رکھتے ہیں یہ علیحدہ بات ہے کہ ایک عاجز انسان بسا اوقات خدائی افعال و احکام کی کُنہ اور حقیقت کو پا لینے سے قاصر رہتا ہے۔ انسان کا عجز اسی بات سے ظاہر ہے کہ وہ اپنا چہرہ بھی بغیر آئینہ کی مدد کے دیکھ نہیں سکتا۔ اسی طرح اپنے ہی جسم کی ساخت اور اس میں ہر آن چل رہی مشینری کے کل پرزوں کے کام اور ان کی کیفیت تک سے ناواقف محض ہے۔ اور جن ماہرینِ فنون نے اس بارہ کچھ تجربے کئے ہیں۔ تو ان کا یہ "علم" اور "نالج" قدرتِ الٰہیہ کے سمندر میں سے ایک قطرہ کی نسبت بھی نہیں رکھتا۔ اسی لئے اسلام نے پہلے روز ہی ایک مسلمان کو خدا کی قضاء و قدر پر ایمان لانے کی تلقین کر دی ہے۔

اسلام ایک سچے ایمان دار اور پکے مسلمان کو یہی بات کہنے کی تعلیم دیتا ہے کہ بِیَدِکَ الْخَیْرُ اے خداوند تیرے ہی ہاتھ میں سب خیر و برکت ہے۔ اسی کو صوفیاء کی اصطلاح میں رضا بالقضاء کہا گیا ہے یعنی جو کچھ اس دنیا میں ہو رہا ہے ایک مومن بندہ شرحِ صدر سے اس کو قبول کرے اور اس کے فیصلوں اور اندازوں پر راضی رہے۔ مگر یاد رہے کہ رضا بالقضاء کے یہ معنی ہرگز نہیں کہ انسان ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیٹھا رہے اور کچھ کرائے کچھ نہ۔ اسلام کہتا ہے کہ تم مقدور بھر کوشش کرو۔ کوئی بیمار ہے تو اس کا علاج معالجہ کراؤ اور ہر کام کے لئے مناسب حال دنیوی اسباب کو کام میں لاؤ باقی سب نتائج خدا پر چھوڑ دو اگر کسی وقت تمہاری کوشش اور سعی کا نتیجہ تمہاری توقع کے مطابق نہیں نکلا تو سمجھو کہ یہ خدائی فیصلہ ہے اس کے سامنے سرِ تسلیم خم کرتے ہوئے اسی سے فضل مانگو مگر کسی وقت بھی مایوس نہیں ہونا اسلام نے یاس و قنوط سے نہایت سختی سے منع کیا ہے۔ بلکہ اس نے تو یہاں تک کہہ دیا ہے کہ خدا کے فضل اور اس کی رحمت سے صرف منکر لوگ ہی ناامید ہوتے ہیں۔ (سورہ یوسف) اسی لئے ایک مومن باللہ کبھی مایوس نہیں ہوا کرتا۔

رضا بالقضاء کے بعد رضائے الٰہی کے حصول کا ایک بڑا ذریعہ اس کی نعمتوں پر شکر کرنا ہے سورہ زمر میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

لَا یَرْضٰی لِعِبَادِہِ الْکُفْرَ وَاِنْ تَشْکُرُوْا یَرْضَہُ لَکُمْ (آیت ۸) اللہ اپنے بندوں کے لئے کفر اور ناشکری کو کبھی پسند نہیں کرتا بلکہ اگر تم اس کے دیئے ہوئے پر شکر کرو تو وہ تم سے خوشنود ہوتا ہے۔

ایک اور مقام پر اپنی اس خوشنودی کی ظاہری علامت بتاتے ہوئے واضح کیا کہ وَاِذْ تَاَذَّنَ رَبُّکُمْ لَئِنْ شَکَرْتُمْ لَاَزِیْدَنَّکُمْ وَلَئِنْ کَفَرْتُمْ اِنَّ عَذَابِیْ لَشَدِیْدٌ (ابراہیم آیت ۸) اور اس وقت کو بھی یاد کرو جب تمہارے رب نے (انبیاء کے ذریعہ سے) اعلان کیا تھا کہ اے لوگو! اگر تم شکر گذار بنے تو میں تمہیں اور بھی زیادہ دوں گا اور اگر تم نے ناشکری کی تو یاد رکھو میرا عذاب یقیناً سخت ہوا کرتا ہے۔

غور فرمائیے کتنا آسان اور سستا سودا ہے شکرِ نعمت پر نہ صرف یہ کہ خدا تعالیٰ خوشنود ہوتا ہے بلکہ اسی وقت شکر گذار بندہ خدا کی مزید نعمتوں کا بھی حقدار بن جاتا ہے۔ اور عجیب تر بات تو یہ ہے کہ انسان کو شکرِ نعمت پر جو کچھ کرنا پڑتا ہے نتائج اس سے کہیں زیادہ ہیں پھر کس قدر بھول ہوگی اگر ہم اس نسخۂ کیمیا کو نظر انداز کرتے رہیں اس لئے اس بات کی بڑی ضرورت ہے کہ نہ صرف ہم خود ہی بلکہ اپنے اہل و عیال اور جملہ متعلقین کو اس امر کا عادی بنائیں کہ خدا کی ہر نعمت پر اس کا شکر کریں اسی کی حمد کے گیت گائیں اور پھر اس کے شاندار ثمرات دیکھیں صحابہ کرامؓ نے اس بات کو پلے باندھا اور بہت کچھ پا لیا۔ حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ملکی تقسیم سے قبل خدام الاحمدیہ کے ایک اجتماع پر خطاب کرتے ہوئے احبابِ جماعت کو اسی روحانی نکتہ کی طرف بڑے دلنشین انداز میں توجہ دلائی جبکہ حضور کے اس خطاب سے قبل صحتِ جسمانی کے شعبہ کی طرف سے ایک رپورٹ میں علی سبیل التذکرہ یہ کہا گیا تھا کہ ان دنوں چونکہ نوجوانوں کو اچھی خوراک میسّر نہیں آتی اس لئے ان کی صحتیں کمزور ہیں۔ حضورؓ نے اس بات کا ایک روحانی پہلو نکالتے ہوئے فرمایا کہ صحابہ کرامؓ کو کونسی شاندار خوراک ملا کرتی تھی۔ اس کے باوجود انہوں نے وہ عظیم کام کئے جن کی مثال نہیں ملتی۔ فرمایا اصل بات یہ ہے کہ صحابہ کرامؓ کو اگر معمولی کھجور اور پانی بھی کھانے کو مل گیا تو اسی کو کھا کر انہوں نے کہا "اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ" اس کا نتیجہ یہ نکلتا کہ یہ معمولی سی غذا بھی ان کے جسموں میں غیر معمولی طاقت کا ذریعہ بن جاتی۔ مگر آج کا نوجوان نسبتاً اچھی خوراک کھاتا ہے۔ لیکن ساتھ ہی اس کی آنکھوں سے محض اس لئے آنسو بہہ رہے ہوتے ہیں کہ اسے اس بھی اچھی خوراک کیوں نہ ملی۔ حالانکہ جو کچھ ملا ہے اس پر تو شکر کرو۔

(باقی صفحہ ۱۱ پر دیکھئے)

خطبہ جمعہ

اس زمانہ میں جماعت احمدیہ "مولا بس" کا نعرہ لگاتے ہوئے پیار و محبت کے نتیجہ میں اسلام کیلئے دلوں کو جیت رہی ہے

اللہ کے فضل سے ہر سال ہمارا قدم آگے بڑھتا ہے اور ہم پہلے سے زیادہ ترقی کرتے اور اللہ کی محبت اور پیار کو حاصل کرتے ہیں

از سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرمودہ ۸ر شہادت ۱۳۵۶ ہش مطابق ۸ر اپریل ۱۹۷۷ء مسجد اقصیٰ ربوہ

سورہ فاتحہ کے بعد حضور نے ان آیات کریمہ کی تلاوت فرمائی:-

وَمَا اُوْتِيْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَمَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَ زِيْنَتُهَا وَ مَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ وَّ اَبْقٰى ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ۝ اَفَمَنْ وَّعَدْنٰهُ وَعْدًا حَسَنًا فَهُوَ لَاقِيْهِ كَمَنْ مَّتَّعْنٰهُ مَتَاعَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ثُمَّ هُوَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ مِنَ الْمُحْضَرِيْنَ (۲۸: ۶۱، ۶۲)

اور پھر فرمایا:-

"اس دنیا میں انسان کو جو کچھ ملتا ہے وہ اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے ملتا ہے اور یہ عطا ایک خاص مقصد کے لئے انسان پر نازل ہوتی ہے۔ انسان کا ذہن ہے انسان کی طاقت ہے انسان کی استعداد ہے

اخلاقی طاقتیں اور روحانی قوتیں

ہیں جو انسان کو دی گئی ہیں۔ غرضیکہ انسان کو جو کچھ ملا ہے وہ ایک خاص مقصد کی خاطر اسے ملا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ان دو آیات میں جن کی میں نے ابھی تلاوت کی ہے فرمایا ہے۔ انسانوں میں سے دو گروہ بن جاتے ہیں - ایک وہ گروہ ہے کہ جو کچھ انہیں ملتا ہے۔ اسے وہ صرف مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَ زِيْنَتُهَا سمجھتے ہیں اور اس سے آگے نہیں بڑھتے۔ خدا نے جو دنیوی سامان دئے ہیں ان کا استعمال محض دنیا کے لئے اور دنیا کی اغراض کی خاطر کیا جاتا ہے۔ خدا تعالیٰ کی عطا کو دنیا کی زینت کے لئے سمجھا جاتا ہے اسی کی طرف دوسری جگہ اللہ تعالیٰ نے اشارہ کرتے ہوئے فرمایا:-

فَضَلَّ سَعْيُهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَهُمْ يَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ يُحْسِنُوْنَ صُنْعًا ۝ (۱۸: ۱۰۵)

پھر فرمایا ایک۔ دوسرا گروہ ہے جو عقل رکھتا ہے اور اس کا استعمال کرتا ہے اس گروہ کے متعلق تو خدا تعالیٰ نے فرمایا اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ یہ لوگ عقل سے کام کیوں نہیں لیتے۔ لیکن عقل سے کام لینے والوں کا بھی ایک گروہ ہے اور وہ جانتے ہیں کہ اس دنیا میں جو کچھ ان کو ملا وہ اس لئے ملا ہے کہ وہ اپنے وجود اور اس کی طاقتوں کی نشوونما اس طرح کریں کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ اس کا سچا [illegible] اور پختہ تعلق قائم ہو جائے۔ یہی تعلق ہے جس کے نتیجہ میں اس دنیا کے بعد بھی

حسین جنتوں کا وعدہ

دیا گیا ہے اور وہی خلق ہے جس کے نتیجہ میں اس دنیا میں بطور جزا کے اللہ تعالیٰ کی طرف سے بدلہ ملتا ہے۔ فرمایا وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ اور وہ بدلہ خیر اور بھلائی ہوتی ہے وہ دکھوں کی طرف، وہ جہنم کی طرف اور وہ خدا تعالیٰ کے غضب کی طرف لے جانے والی چیز نہیں ہوتی بلکہ خیر محض ہوتی ہے خدا کا عطیہ ہوتی ہے اور صرف اس دنیا میں ختم نہیں ہو جاتی خدا تعالیٰ انسان کو اس کے نیک اعمال کے نتیجہ میں اور اس کی جو قربانیاں اور ایثار ہے۔ اور خدا کے لئے محبتِ ذاتی کی انسان کے دل میں جو تڑپ ہوتی ہے اس کے نتیجہ میں انسان کو جو کچھ ملتا ہے وہ خیر بھی ہے وہ اَبْقٰى اور باقی رہنے والی چیز بھی ہے یعنی اس دنیوی زندگی پر موت آجانے کے بعد وہ ختم نہیں ہو جاتی بلکہ باقی رہتی ہے۔ انسان کو ایک نئی زندگی ایک جنتی زندگی ملتی ہے۔ اور اس میں وہ ہمیشہ کے لئے خدا تعالیٰ کے فضلوں کو حاصل کرتا اور اس کی رضا سے انتہائی مسرتوں کو پاتا ہے۔

خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ گروہ جو خدا تعالیٰ کے لئے خدا ہی کی عطا کردہ دنیوی چیزیں خرچ کرتا ہے وہ اس یقین پر قائم ہوتا ہے کہ خدا تعالیٰ نے جو وعدہ کیا ہے وہ ضرور ملے گا فرمایا وَعْدًا حَسَنًا بڑا حسین وعدہ ہے وہ حسین بھی ہے اور پورا ہونے والا بھی ہے کیونکہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے لَا يُخْلِفُ الْمِيْعَادَ خدا کے جو وعدے اور وعید ہیں ہر دو مشروط ہیں اور ہر دو اپنی شرائط کے ساتھ پورے ہوتے ہیں اس لئے انسان کو خاتمہ بالخیر کی دعا کی تحریک کی گئی ہے۔

خَيْرٌ وَّ اَبْقٰى ہی کے الفاظ کے بعد خدا تعالیٰ نے ان آیات میں فرمایا کہ تم عقل سے کام کیوں نہیں لیتے، تم سمجھتے کیوں نہیں کہ تمہاری

پیدائش کی غرض

کیا ہے، تم سمجھتے کیوں نہیں کہ جو کچھ تمہیں ملا ہے وہ اسی مقصد کے حصول کے لئے تمہیں ملا ہے۔ قرآن کریم میں ایک دوسری جگہ خدا نے فرمایا:-

خَيْرٌ وَّ اَبْقٰى لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ (۴۲: ۳۷)

فرمایا خدا تعالیٰ کے حکم کے مطابق اور اس کی ہدایت کی روشنی میں جو لوگ اپنے اموال کو اور اپنی طاقتوں کو اور اپنی قوتوں اور استعدادوں [illegible] اپنی اخلاقی اور روحانی صلاحیتوں کو استعمال کرتے اور خدا [illegible] کے مطابق خداداد قوتوں کی نشوونما کرتے ہیں وہ عقل سے کام لینے

والے ہیں اور یہی وہ لوگ ہیں جو ایمان لائے ہیں وَعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ یعنی انہوں نے اپنی انتہائی کوشش کی خدا تعالیٰ کے قرب کے حصول میں مگر نتائج کو اللہ تعالیٰ کے فضلوں پر چھوڑ دیا۔ دراصل ایمان کے معنے عقیدہ کا ایمان اور زبان سے اس کا اقرار اور اس کے مطابق عمل کرنا یہ سب چیزیں لغتِ عربی کے مطابق لفظِ ایمان میں شامل ہیں تو جو شخص ایمان لاتا ہے اور مومنانہ زندگی گزارتا ہے۔ اور اس کے دل میں پاکیزگی پائی جاتی ہے اور کھوٹ نہیں اور ملاوٹ نہیں۔ اور نفاق نہیں اور فساد نہیں ہوتا اور اعمالِ صالحہ بجالاتا ہے۔ اور یہ سب کچھ کرنے کے بعد عَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ وہ یہ سمجھتا ہے کہ یہی کافی نہیں، جب تک خدا تعالیٰ اپنے فضل اور رحمت سے خاتمہ بالخیر نہ کرے اور اپنے فضل اور رحمت سے جنتوں کے سامان نہ پیدا کرے محض اعمال کوئی چیز نہیں۔

غرض جب خدا تعالیٰ کی طرف سے

انسان کی ترقیات کے لئے آسمانی ہدایت

بھیجی جاتی ہے تو دنیا دو گروہوں میں بٹ جاتی ہے۔ تاریخ بتاتی ہے کہ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے۔ اور قرآنِ کریم جیسی عظیم ہدایت انسان کے ہاتھ میں دی گئی۔ تو آپؐ کی اس عظمت و شان کے باوجود پھر بھی سارے انسان ایسے نہیں تھے جنہوں نے آپؐ کو قبول کیا۔ اور قرآن کریم کی تعلیم کے مطابق زندگیاں گزارنے لگے۔ یہ تو بڑا لمبا مضمون ہے جو بڑی وضاحت سے بیان ہوا ہے کہ اللہ تعالیٰ فضل کرتا ہے اور انسان کی کوشش کو قبول کر لیتا ہے یعنی انسان کی بعض چھوٹی چھوٹی کوششیں ہیں جو مقبول ہو کر انسانی مغفرت کا باعث بن جاتی اور اس کی ترقیات کا زینہ ٹھہرتی ہیں۔ اور بعض دفعہ انسان کی ذرا ذرا سی لغزش اسے خدا تعالیٰ کے دربار سے دھتکار کر پرے پھینک دیتی ہے۔ یہ ساری باتیں قرآن کریم میں بیان ہوئی ہیں قرآنِ کریم ہمارے لئے کامل ہدایت ہے اس کے بعد ہمیں کسی اور ہدایت کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔

پس انسانوں کی دو جماعتیں یا دو گروہ ہیں۔ جن کا اللہ تعالیٰ نے ان آیات میں ذکر کیا ہے۔ ایک وہ گروہ ہے جن کو متاعِ زندگی اور زینتِ حیات خدا تعالیٰ کی طرف سے عطا کی گئی اور انہوں نے یہ سمجھا کہ گویا وہ اس کے حقدار تھے۔ اس دنیا میں مزے لوٹنے کے لئے انہیں یہ چیزیں عطا کی گئی ہیں اور مزہ لوٹنا بھی کیا جس کا انجام تباہی ہے۔ دنیا کی خوشیاں اور عیش اس دنیا میں بھی انسان کی تباہی کا باعث بنتے ہیں۔ مثلاً جسمانی طاقتیں ہیں دنیا میں ایسے لوگ بھی ہیں جو عارضی لذتوں کی خاطر خدا داد طاقتوں کا غلط استعمال کرتے ہیں اور ہمیشہ کے لئے اس دنیا کی بقیہ زندگی میں نہایت مہلک بیماریوں میں مبتلاء ہو جاتے ہیں یا ان کی صحت ایسی گر جاتی ہے کہ اس دنیاوی زندگی کا بھی کوئی لطف ان کے لئے باقی نہیں رہتا۔ اس لئے

اصل مسرت اور لذت

تو وہی ہے جو خدا تعالیٰ کی نازل کردہ ہدایت کی روشنی یعنی قرآن کریم کی تعلیم پر عمل کرنے کے نتیجہ میں انسان کو حاصل ہوتی ہے۔ وہی سرور حقیقی سرور ہے اس دنیوی زندگی میں بھی اور وہی سرور اُخروی زندگی میں بھی ایک اور شکل میں انسان کے وجود کو اور اس کی روح کو ملے گا۔

لیکن اللہ تعالیٰ فرماتا ہے بعض لوگ عقل سے کام نہیں لیتے۔ وہ سوچتے نہیں کہ یہ اتنا بڑا کارخانہ ہے جسے خدا تعالیٰ نے باطل تو نہیں بنایا تھا انسانی زندگی کا کوئی مقصد ہونا چاہیئے۔ چنانچہ انسان کو مخاطب کر کے یہ اعلان کر دیا گیا کہ ہر دو جہان کی ہر چیز بلا استثناء اس کی خدمت پر لگا دی گئی۔ کتنا بڑا مقام ہے جو انسان کو دیا گیا ہے وہ اپنی ماں کے پیٹ سے تو یہ چیزیں لے کر نہیں آتا۔ یہ خدا تعالیٰ کی عطا ہے یہ اس کی رحمت ہے حتیٰ کہ اس نے ان ستاروں کو بھی جن کی روشنی ابھی ہم تک نہیں پہنچی انسان کی خدمت پر لگا رکھا ہے سائنس سے تعلق رکھنے والے لوگ ہمیں یہ بتاتے ہیں کہ ایسے ستارے بھی ہیں جن کی روشنی ابھی ہم تک نہیں پہنچی اور ایسے ستارے بھی ہیں جن کی روشنی پچھلے پندرہ بیس سال میں ہماری دنیا تک پہلی بار پہنچی ہے ان سب کو خدا نے ہماری خدمت پر لگایا ہوا ہے چنانچہ صحیح جہت کی طرف سائنس کی ہر ترقی ہمیں یہ بتاتی ہے کہ مخلوقِ خدا انسان کی ایک نئی شکل میں خدمت کر رہی ہے ہر SCIENTIFIC DISCOVERY (سائنسی انکشاف) سے پتہ لگتا ہے کہ کتنا عظیم اعلان تھا جو اللہ تعالیٰ نے ان الفاظ میں فرمایا تھا:۔

وَسَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا مِّنْهُ

(۱۴ : ۴۵)

لیکن پھر بھی ان سائنسدانوں میں سے ایک گروہ ایسا ہے جو عقل سے کام نہیں لیتے اور اس دنیا کے متاع اور اس کی زینت کو کافی سمجھتے ہیں اور بجائے اس کے کہ اس دنیوی متاع اور اس کی زینت کے نتیجہ میں

اُخروی متاع کے سامان

پیدا کرنے کے لئے اور اُخروی زندگی کے حسن کے حصول کے لئے کوشش کرتے

ضَلَّ سَعْيُهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا

دنیوی عیش و آرام میں پڑ جاتے ہیں جو کہ وقتی ہے اور اس میں حقیقی لذت بھی نہیں مگر پھر بھی ایسے لوگ اپنا سب کچھ دنیوی لذتوں کی خاطر برباد کر دیتے ہیں۔ اور خدا سے دوری کی راہیں ان کو خدا کے غضب کی جہنم کی طرف لے جاتی ہیں۔ لیکن وہ لوگ بھی ہیں جو عقل رکھتے ہیں اور جو اللہ اور اس کے رسول محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پر اور اس شریعت پر جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انسان کے ہاتھ میں دی ہے ایمان لائے ہیں اور جن کی زندگیاں اسلام کی خاطر ہیں۔ اُن کی زندگی کا ہر لمحہ اس کوشش میں صرف ہوتا ہے کہ جو بھوکی اور پیاسی دنیا ہے اور خدا اور اس کے رسول محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے دوری کی زندگی گزار رہی ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف لوٹ کر آئے۔ چنانچہ اس غرض کے لئے دوست دعائیں کر رہے ہیں۔ کوشش کر رہے ہیں اور اموال کی قربانی دے رہے ہیں۔ اور یہ خدا تعالیٰ نے فرمایا تھا کہ اس قسم کا گروہ دنیا میں پیدا ہوگا۔ قرآن کریم نے جب یہ

کہا تو قرآن کریم کے نزول کے بعد بھی ان دو گروہوں کا ذکر اس کے اندر آسکتا ہے۔ ماضی کا تو حوالہ اس میں نہیں دیا گیا ویسے تاریخ ہمیں بتاتی ہے کہ ہر نبی کے وقت ایسا ہی ہوتا آیا ہے۔ لیکن خدا تعالیٰ فرماتا ہے

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت

اور آپ کی بلند شان کے باوجود اور قرآن کریم کی کامل اور مکمل شریعت و ہدایت کے باوجود کچھ لوگ عقل سے کام نہیں لیں گے۔ اور وہ شیطان کی طرف دوڑیں گے بجائے اس کے کہ خدائے رحمان کی طرف ان کی حرکت ہو اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ کے مطابق اس کے قدم زمین پر پڑیں وہ شیطان کے گروہ کی طرف چلیں گے۔ لیکن ایک دوسرا گروہ بھی ہے جو ایسا نہیں ہوگا۔ وہ ایسے لوگ ہوں گے جو عقل رکھتے ہوں گے جو ایمان رکھتے ہوں گے جو خدا تعالیٰ پر توکل رکھتے ہوں گے۔ جو سب کچھ کرنے کے بعد بھی یہ سمجھتے ہوں گے کہ انہوں نے کچھ نہیں کیا۔ جو آخری چیز ہے وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت ہی ہے۔ جس کے نتیجہ میں انسان چھوٹا ہو یا بڑا خدا کی رضا کی جنتوں میں داخل ہوتا ہے۔ یہ گروہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ سے کر اب تک اُمّت مسلمہ میں پیدا ہوتا رہا ہے۔ ایسے لوگوں نے بڑی قربانیاں دیں اور انہوں نے اپنی زندگیاں بڑی فراست سے گزاریں اور خدا کی رضا اور اس کے پیار کو حاصل کرنے اور دنیا کو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جھنڈے تلے لانے کے لئے انتھک کوشش کی تاکہ ساری دنیا اللہ تعالیٰ کے پیار اور اس کی رضا کو حاصل کرے۔ شروع سے ہی ایسا گروہ چلا آرہا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں تو بڑی کثرت سے ہمیں نظر آتا ہے اور ہم دیکھتے ہیں کہ انہوں نے اپنی جانوں کی کوئی پرواہ نہیں کی انہوں نے اپنے آراموں کی کوئی پرواہ نہیں کی' انہوں نے اپنے عزیزوں کی' اپنے رشتہ داروں کی اور دوستوں کی کوئی پرواہ نہیں کی صرف ایک ہی ہستی تھی جس پر وہ مرتے تھے اور ایک ہی نعرہ تھا جو ان کی زبان سے نکلتا تھا۔ اور وہ تھا ھو اللبس۔ اللہ مل جائے تو کسی اور چیز کی ضرورت نہیں رہتی۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ایک انگوٹھی کے اوپر بھی مو الیس کندہ ہے۔ آپ کی تین انگوٹھیاں تھیں جو بعد میں تین بیٹوں کو ورثے میں ملیں ان میں سے ایک

اَلَیْسَ اللّٰہُ بِکَافٍ عَبْدَہٗ

والی انگوٹھی ہے جو تین دفعہ قرعہ اندازی کے بعد حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کو جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے سب سے بڑے صاحبزادے تھے وراثت میں ملی تھی۔ لیکن جب ان کو اللہ تعالیٰ نے خلعت خلافت عطا کیا تو آپ نے سمجھا کہ یہ اَلَیْسَ اللّٰہُ بِکَافٍ عَبْدَہٗ والی انگوٹھی (جو اس وقت میں نے پہن رکھی ہے) خاندانی ورثے میں نہیں جانی چاہیئے بلکہ خلافت میں چلنی چاہیئے۔ چنانچہ یہ انگوٹھی خلافت ثالثہ کے قیام پر مجھے دی گئی۔

اب چونکہ یہ بات آگئی ہے تو میں سب کو سنا دیتا ہوں تاکہ اس کے بارہ میں اگلی نسلوں کے لئے آپ سب کی گواہی رہے۔ حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہی انگوٹھی جو اس وقت میری انگلی میں ہے۔ اور جس پر میں نے کپڑا چڑھایا ہوا ہے۔ ہماری محترمہ آپا صدیقہ صاحبہ کو دی اور کہا کہ میری خلافت کے بعد جو بھی خلیفہ منتخب ہو یہ اس کی ہوگی اور اس کے بعد جو خلیفہ ہو اس کی ہوگی۔ جب تک یہ سلسلۂ خلافت جماعت مومنین میں قائم رہے یہ انگوٹھی ایک خلافت سے دوسری خلافت کی طرف منتقل ہوگی۔ ایک بڑے بیٹے سے دوسرے بڑے بیٹے کی طرف منتقل نہیں ہوگی چنانچہ

انتخاب خلافت کے بعد

اسی وصیت کے ساتھ ہماری محترمہ آپا صدیقہ صاحبہ نے یہ انگوٹھی مجھے دی

ایک دفعہ حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے یہ انگوٹھی پہنی ہوئی تھی آپ نے کسی کام کے لئے جیب میں ہاتھ ڈالا تو اس کا نگ ڈھیلا تھا وہ گر گیا۔ آپ نے جب دیکھا کہ نگ جس کے اوپر اَلَیْسَ اللّٰہُ بِکَافٍ عَبْدَہٗ کندہ ہے گم ہو گیا ہے تو کچھ دیر کے لئے آپ کو بڑی پریشانی اُٹھانی پڑی سب کام چھوڑ کر اور چھوڑوا کر گھر کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک ڈھونڈ مارا مگر انگوٹھی کا نگینہ نہ ملا بڑی پریشانی ہوئی اور گھنٹے دو گھنٹے بعد کسی کام کے لئے جیب میں پھر ہاتھ ڈالا تو جیب میں نگ پڑا ہوا تھا۔ جس کو گھر میں تلاش کر رہے تھے۔ اس لئے میں نے سمجھا کہ میں یہ خطرہ کیوں مول لوں' تا جزا ان ہوں اس کے اوپر یہ کپڑا چڑھوائے رکھتا ہوں تاکہ نگ اپنی جگہ پر قائم رہے اور اس کے گرنے کا خطرہ نہ رہے۔ اگرچہ وہ اس وقت ہل نہیں رہا۔ لیکن میں یہ خطرہ مول نہیں لینا چاہتا۔

میں یہ بتا رہا ہوں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ایک انگوٹھی پر "مولا بس" کندہ ہے۔ اس حقیقت کو جب ایک انسان پہچان لیتا ہے تو پھر اس کے لئے دنیا کے اموال میں' دنیا کی قوتوں اور استعدادوں میں' دنیا کی ذہانتوں اور فراستوں میں کوئی کشش نہیں ہوتی۔ وہ سمجھتا ہے مولا بس' اللہ تعالیٰ اس کے لئے کافی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مسلمانوں کو شروع میں ایک لمبے عرصہ تک دکھ سہنے پڑے' ان کو دھوپ میں لٹایا گیا' ان پر پتھر رکھے گئے اور جس طرح بھی ممکن تھا ان کو تکلیف دی گئیں لیکن انہوں نے

انتہائی ثبات قدم کا نمونہ

دکھایا کیونکہ ان کو خدا کا یہ حکم تھا کہ جو خدا نے کہا ہے وہ تم نے کرنا ہے پھر اس کے بعد خدا تعالیٰ نے کہا۔

اُذِنَ لِلَّذِیْنَ یُقٰتَلُوْنَ بِاَنَّھُمْ ظُلِمُوْا

کہ اب جبکہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متبعین پر ظلم کی انتہا ہو گئی ہے اس لئے ان کو اجازت دی جاتی ہے کہ وہ ظلم کا مقابلہ کریں۔ تب انہوں نے یہ نہیں دیکھا کہ سیف ہندی ان کے پاس ہے یا زنگ آلود ہندوستانی تلوار ہے (ہندوستان کی بنی ہوئی تلواریں بہت مشہور تھیں' بڑے اچھے لوہے اور بڑی تیز دھار والی تھیں) غرضیکہ دنیا کی بہترین تلوار کفر کے ہاتھ میں تھی۔ اور مسلمانوں کے ہاتھ میں زنگ آلود تلواریں تھیں جن پر دندانے پڑے ہوئے تھے اور کچھ ٹوٹی ہوئی تھیں انہوں نے کہا مولا بس۔ چنانچہ ٹوٹی ہوئی تلواریں لے کر نکلے یا دل لڑنے کے لئے چلے گئے کیونکہ خدا نے کہا تھا لڑو۔ مارنے اور ہلاک کرنے کے لئے نہیں بلکہ عرب میں امن اور آشتی پیدا کرنے کے لئے یہ دفاعی جنگ تھی۔ ظلم کو مٹانے اور جنگوں کا خاتمہ کرنے کے لئے۔ اور پھر فتح

مکہ کے موقع پر تھوڑے سے ہتھیار استعمال ہوئے۔ مگر جنگوں کا خاتمہ ہو گیا چنانچہ اس سے ہمارے نبی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان ظاہر ہوئی کہ عمر بھر جو دشمنی اور دشمن تھے ان کو لَا تَثْرِيبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ کا نعرہ لگا کر خدا تعالیٰ کی رحمت کی جنتوں کی طرف دھکیل دیا۔ جو لوگ اسلام کے دشمن تھے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمن تھے اور مسلمانوں کے دشمن تھے ان کے کانوں میں جب اس نعرہ کی آواز آئی تو وہ جا کر اسلام لے آئے اور خدا تعالیٰ کی رحمتوں کے وارث بن گئے۔

پس حقیقت یہی ہے کہ مولا بس۔ اور

آج کی دنیا کی حقیقت

یہ ہے کہ دنیا میں ایک ایسی جماعت ہے کہ جو یہ کہتی ہے کہ ہم بھی ان لوگوں کے نقش قدم پر چلنے والے ہیں۔ ہماری زندگی بھی اسی بنیاد پر استوار ہے کہ مولا بس۔ ہماری روح کی بھی یہی آواز ہے۔ خدا تعالیٰ جماعت احمدیہ سے اتنا پیار کرتا ہے کہ سوائے اس گروہ کے جنہوں نے بہت قربانیاں دیں۔ ان کے ساتھ تو ہم مقابلہ نہیں کرتے کیونکہ انہوں نے بڑا مقام حاصل کیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں اور آپ سے تربیت حاصل کر کے لیکن وعدہ کیا گیا تھا کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روحانی صحبت اور روحانی تربیت جو ہے وہ بہت بڑے پیمانہ پر اور ایک شان کے ساتھ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تربیت اور آپ کے روحانی فیوض کے نتیجہ میں اس جماعت کو بھی ملے گی۔ جو جماعت مہدی پر ایمان لائے گی۔ اور لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ میں جو وعدہ دیا گیا تھا۔ پیار کے ساتھ اور اسلامی تعلیم کے حسن کے نتیجہ میں ساری دنیا کے دل محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے رب کریم کے لئے جیتے جائیں گے۔ چنانچہ اس زمانہ میں جماعت احمدیہ مولا بس کا نعرہ لگاتے ہوئے ہر چیز کو بھلاتے ہوئے ہر ایک سے پیار کرتے ہوئے کسی سے دشمنی کئے بغیر، محبت اور

پیار اور خدمت کے نتیجہ میں

ساری دنیا کے دل اسلام کے لئے جیت رہی ہے۔ اس وقت یہ جماعت جس کے افراد بڑی کثرت سے اور بڑی مضبوطی کے ساتھ اپنے ایمانوں پر قائم ہیں اور اپنی ذمہ داریوں کو سمجھنے والے ہیں اور جس میں نئے داخل ہونے والے اور نئی پرورش پانے والی اگلی نسل کا ایک بڑا حصہ بھی اپنی ذمہ داریوں کو سمجھنے والا ہے۔

میں اس وقت کمزوریاں دور کرنے پر مضمون نہیں بیان کر رہا بلکہ وہ چیز جو نمایاں ہو کر دنیا کے سامنے ہے اور جس وجہ سے ہے وہ آپ کے سامنے بیان کر رہا ہوں۔ ہر سال اپنے مسائل لے کر آتا ہے ہر سال کی اپنی ضروریات ہوتی ہیں۔ ایک سال آیا اس کو ہم ۷۴ء کا سال کہتے ہیں اس کے اپنے حالات تھے اب یہ ۷۶-۷۷ء کا سال ہے۔ اس کے اپنے مسائل ہیں۔ یہ مہنگائی کا زمانہ ہے۔ یہ مہنگائی کا سال ہے۔ لیکن ۷۴ء کے حالات کی اس جماعت نے کوئی پرواہ نہیں کی اور ہر قسم کی قربانی سے دریغ نہیں کیا۔ دوستوں نے دعائیں کیں اپنے وقت عزیز کو دنیا پر خرچ کرنے کی بجائے خدا تعالیٰ کے حضور جھک کر اپنی خیر خواہی اور بھلائی کے لئے بھی دعائیں کیں اور ان لوگوں کے لئے بھی دعائیں کیں جو خود جماعت احمدیہ کے دشمن تھے۔ کسی سے کوئی گلہ نہیں تھا۔ کسی سے کوئی شکوہ نہیں تھا۔ کسی سے کوئی غصہ نہیں تھا۔ کسی سے نفرت کا اظہار نہیں تھا۔ دوست دعاؤں میں لگے ہوئے تھے کہ اللہ تعالیٰ مخالفین سلسلہ کے لئے بھی

خیر اور بھلائی کے سامان

پیدا کرے اور خدا کے اس پیار کو جو ہم اپنی زندگیوں میں دیکھ رہے ہیں وہ بھی دیکھنے لگیں۔ غرض ان قربانیوں کا ایک حصہ یعنی مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا کا ایک حصہ دنیوی دولت ہے۔ چنانچہ اس زمانہ میں احباب نے پہلے سے زیادہ اموال کی قربانی خدا کے حضور دے دی۔ ہر سال ہمارا قدم آگے بڑھ رہا ہے۔ ہر سال یکم مئی خود آتی ہے یعنی جب نیا مالی سال چڑھتا ہے تو پہلا مالی سال ۳۰ اپریل کو ختم ہو جاتا ہے۔ یہ تو ہر سال ہوگا جب تک زمین اور سورج کا یہ چکر چل رہا ہے۔ اور انسان اس کرۂ ارض پر آباد ہے اس حساب سے ہر سال گزرے گا۔ اور ایک نیا سال چڑھے گا۔ ہر سال ہمارے لئے خدا تعالیٰ کے فضلوں کے نتیجہ میں ہم عاجز بندوں کی کسی خوبی کی وجہ سے نہیں بلکہ محض الٰہی فضلوں کے نتیجہ میں پہلے سے زیادہ ترقیات کا سال ہوتا ہے۔ پہلے سے زیادہ خدا تعالیٰ کے پیار کو حاصل کرنے کا سال ہوتا ہے۔ پہلے سے زیادہ خدا کی راہ میں ایثار اور قربانی پیش کرنے کا سال ہوتا ہے۔ ہر نقطۂ نگاہ سے جس میں ایک نقطۂ نگاہ مالی قربانی ہے۔

اب پھر موجودہ مالی سال کا یہ آخری مہینہ ہے۔ جب مالی سال ختم ہونے کو ہوتا ہے تو اس کے چند ہفتے پہلے میں ذَکِّرْ کے حکم کے ماتحت جماعت کو اس طرف توجہ دلایا کرتا ہوں کہ ایک

مالی سال ختم ہو رہا ہے

جو سال ختم ہو رہا ہے اس کی ذمہ داریاں اسی سال میں نباہ دو۔ اس کے قرضے اگلے سال تک نہ لے کر نہ جاؤ ورنہ قرضے بڑھتے جائیں گے اور ان کی ادائیگی میں تکلیف ہوگی اس طرح بعض دفعہ انسان خدا تعالیٰ سے دور چلا جاتا ہے اور پھر پیار اور بشاشت سے قربانی نہیں کر سکتا۔

میں امید رکھتا ہوں اور میں یقین رکھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کی یہ جماعت جو ہر آن خدا کے پیار کو حاصل کرنے والی ہے وہ اپنی اس سال کی مالی قربانیوں کی ذمہ داریوں کو نباہے گی۔ اس کا قدم آگے ہی آگے جائے گا۔ ان کا قدم نہ ایک جگہ کھڑا ہوگا نہ پیچھے ہٹے گا۔ ہم اللہ تعالیٰ پر توکل رکھتے ہیں اور اسی کے احسان اور رحمت پر بھروسہ کرتے ہوئے یہ امیدیں ہم اپنے نفس سے بھی باندھتے ہیں ورنہ تو یہ نفس بڑا کمزور ہے اور جماعت سے بھی باندھتے ہیں۔ اگرچہ جماعت احمدیہ دنیوی نقطۂ نگاہ سے اور مالی اعتبار سے کمزور ہے اور ہر لحاظ سے دھتکاری ہوئی ہے۔ لیکن اس کا تعلق اس ہستی سے ہے جس کا حکم ہر دو جہان پر چلتا ہے وہ ہم سے اپنے پیار کا سلوک کر رہا ہے اور ہمیں تو تھکن بھی محسوس نہیں ہوتی۔ ایسا لگتا ہے کہ جس طرح ایک چھوٹا بچہ جس کو ابھی چلنا نہ آیا ہو اس کو اس کا پیار کرنے والا باپ اٹھا کر ایک جگہ سے دوسری جگہ لے جاتا ہے اسی طرح

باپ سے زیادہ پیار کرنے والا

ہمارا رب کریم ہماری انگلی پکڑتا ہے اور اپنی رحمت اور فضل سے ہمارا قدم آگے بڑھا دیتا ہے۔ خدا کرے ہماری ہر آنے والی نسل خدا تعالیٰ کے اس پیار کو پانے والی اور خدا تعالیٰ کے اس نشان کو دنیا کے سامنے ظاہر کرنے والی ہو۔"

(الفضل ۲۷ جون)

اعلانات نکاح و تقریب رخصتانہ

مورخہ ۱۸ جولائی ۱۹۷۷ء خاکسار نے سراج النساء صاحبہ بنت مکرم محمد عظمت اللہ صاحب ساکن کرنول کا نکاح مسمی سید یوسف احمد صاحب ولد سید غوث صاحب کاماریڈی سے مبلغ چھ ہزار روپے حق مہر کے عوض پڑھا۔

★ — مورخہ ۱۱ اگست ۱۹۷۷ کو خاکسار نے سیدہ امۃ الحمید صاحبہ بنت سید منظور احمد صاحب مرحوم ساکن حیدرآباد کے نکاح کا اعلان مکرم فیض احمد صاحب ولد بہاؤالدین صاحب مرحوم ساکن یادگیر کے ساتھ بعوض مبلغ ایکہزار روپے حق مہر پر کیا۔ مکرم عبد القادر صاحب آرٹسٹ نے مبلغ پانچ روپے شکرانہ فنڈ اور مبلغ پانچ روپے اعانت بدر میں ادا کئے اسی طرح مکرم سید جمیل احمد صاحب نے مبلغ پانچ روپے اعانت بدر اور مبلغ پانچ روپے شکرانہ فنڈ میں دئے۔ اللہ تعالیٰ دونوں رشتوں کو جانبین کے لئے ہر جہت سے باعث رحمت و برکت کرے آمین۔ خاکسار حمید الدین شمس مبلغ حیدرآباد

★ — مورخہ ۱۴ اگست ۱۹۷۷ء کو محترم مولوی محمد ابوالوفاء صاحب مبلغ سلسلہ عالیہ احمدیہ کیرلہ نے بعد نماز ظہر مسجد احمدیہ پینگاڈی میں عزیزہ قدسیہ بی بی صاحبہ بنت مکرم مولوی سی پی علی کٹی صاحب کے نکاح کا اعلان عزیز حبیب الرحمٰن صاحب ولد مکرم پی ایم ابوبکر صاحب ساکن پینگاڈی کیرلہ کے ہمراہ بعوض پانچ ہزار روپے حق مہر پر فرمایا۔ اور اسی دن ہی تقریب رخصتانہ بھی عمل میں آئی — لڑکی کے والد نے اس خوشی کے موقع پر اعانت بدر میں پانچ روپے درویش فنڈ میں دس روپے اور شادی فنڈ میں دس روپے ادا فرمائے ہیں اور لڑکے کے والد صاحب نے بھی شادی فنڈ میں دس روپے ادا فرمائے ہیں اللہ تعالیٰ اس رشتہ کو ہر جہت سے باعث برکت بنائے۔ خاکسار بی احمد

"اَلْمُسْلِمُ مِرْاٰۃُ الْمُسْلِمِ"

محترم مولانا سیّد احمد علی صاحب نائب ناظر اصلاح وارشاد (ربوہ)

ہمارے پیارے آقا حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث جو صرف تین لفظوں پر مشتمل ہے۔ اپنے اندر کئی علمی مطالب اور تربیتی مواعظ و مناقب رکھتی ہے مثلاً:-

۱- یہ کہ ہر مسلمان کامل مسلم یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے بطور شیشہ کے ہے اس لئے غیروں نے ہمارے شیشہ میں آنحضورؐ کے اعلیٰ اخلاق کا اندازہ اور قیاس کرنا ہے اور دیکھنا ہے کہ جس نبی کے ماننے والوں کا کردار اور اُن کے اخلاق و اطوار اتنے اعلیٰ ہیں وہ نبی خود کتنے بلند اخلاق اور اعلیٰ مقام کا حامل ہوگا؟ اس لئے ہمیں توجہ دلائی گئی ہے کہ ہمارا کوئی قول و فعل ایسا نہ ہونا چاہیئے۔ جو حضورؐ کی بدنامی کا موجب ہو۔

۲- ہر مسلمان دوسرے مسلمان کے لئے اخوت و محبت اور تودّد و تلطّف میں بطور شیشہ کے ہے۔ اس لئے ایک احمدی مسلمان کے ذریعہ ساری جماعت کا قیاس کیا جا سکتا ہے۔ پس ہر احمدی کو اپنا مقام پہچاننا ضروری اور لازمی ہے تاکہ اس کی وجہ سے جماعت کی بدنامی نہ ہونے پائے۔

۳- جس طرح شیشہ ہمارے چہرہ کی سیاہی مٹی، زخم اور داغ وغیرہ کا ضرور پتہ دے دیتا ہے اسی طرح ہر احمدی مسلمان دوسرے کے لئے بطور شیشہ ہو کر اگر اس کی کوئی غلطی ہو یا نیکی میں کوتاہی دیکھے تو بموجب فرمانِ الٰہی "لِتَکُوْنُوْا شُھَدَآءَ عَلَی النَّاسِ" فوراً اس بھائی کو اس کی غلطی کی طرف توجہ دلا کر اصلاح کی کوشش کرے اور خاموش تماشائی نہ بنا رہے بلکہ شیشہ کی طرح اس کو ضرور اس کے نقص وغیرہ سے اطلاع دیدے۔

۴- جس طرح شیشہ کسی دوسرے کو نہیں بلکہ شیشہ دیکھنے والے کو ہی اس کے نقص و عیب سے مطلع کرتا ہے اسی طرح ہمیں لازم ہے کہ اپنے بھائی کا نقص دیکھ کر لوگوں میں اس کا چرچا اور پروپیگنڈا نہ کریں بلکہ تنہائی اور علیحدگی میں جا کر شیشہ کی مانند صرف اسی شخص کو آگاہ کریں ورنہ بجائے اصلاح کے مزید خرابی و فساد اور تنازعات کا خدشہ ہوگا۔

۵- جس طرح شیشہ امیر و غریب اور عالم و جاہل اور مرد و عورت وغیرہ میں کوئی فرق نہیں کرتا بلکہ ہر دیکھنے والے کو اس کے عیب پر ضرور متنبہ اور خبردار کرتا ہے اسی طرح ہر احمدی مسلمان کا ملی و قومی اصلاح کی غرض سے شیشہ کی مانند جس بھائی میں بھی کوئی عیب دیکھے وہ اس کو ضرور باخبر کر کے اصلاحِ معاشرہ کی کوشش کرے اور امیر و غریب وغیرہ کا فرق اور لحاظ نہ کرے۔

۶- ہم شیشہ میں اپنا عیب دیکھ کر کبھی بھی اس پر خفگی اور غصہ ظاہر نہیں کرتے بلکہ اس کی قدر کرتے ہیں کہ باہر جانے پر لوگوں میں سبکی سے بچا لیا۔ اسی طرح جب کوئی بھائی ہماری غلطی سے (خواہ وہ ذاتی بدنامی کا موجب ہو یا جماعتی۔) آگاہ کرے تو ہمیشہ شیشہ کی مانند اس کی قدر کرنا اور اس کا شکر گذار ہونا چاہیئے۔ ہمیں بُرا منانا اور غصہ میں نہیں آنا چاہیئے۔

۷- جس طرح ہم شیشہ کو دھبہ اور داغ میل، مٹی اور لکیر پڑنے سے بچائے رکھتے ہیں اسی طرح ہمیں اپنے ہر بھائی کے دل کو میلا ہونے اور اس کے دل پر لکیر پڑنے سے بچانے کیلئے کوشش کرنا چاہیئے کہ پھر شیشہ کی مانند جب لکیر پڑ جاوے تو مٹانا مشکل ہوتا ہے اس لئے گفتگو اور معاملات میں بہت احتیاط درکار ہے تاکہ بھائی کو ناراضگی اور رنج نہ پیدا ہو جاوے۔

۸- جس طرح ہم شیشہ کی میل اور مٹی وغیرہ کو فوراً صاف کرتے ہیں اسی طرح اپنے بھائی کی دل کی میل اور کدورت اور اس کی رنجش کو دور کرنے کی جلد از جلد کوشش کرنی چاہیئے۔ اور تین دن کے اندر اندر ناراضگی کو رفع کرنا اور کرانا چاہیئے

۹- اگر شیشہ پر کوئی داغ لگ جائے یا مٹی پڑ جاوے تو ہم اس کی صفائی کسی پتھر ڈنڈے اور لوہے وغیرہ سے نہیں بلکہ کپڑے اور روئی وغیرہ نرم چیز سے کرتے ہیں۔ اسی طرح اپنے بھائی کی میل اور ناراضگی کو دور کرنے کے لئے نہایت موزوں اور نرم طبیعت افراد کو منتخب کرنا چاہیئے۔

۱۰- جس طرح شیشہ ہمارے چہرہ کا عیب بتانے میں کوئی جبر و اکراہ اور ظلم و تشدد نہیں کرتا بلکہ خفیہ طریق سے ہمیں آگاہ کر دیتا ہے اسی طرح ہمیں تبلیغ و تربیت میں ارشادِ باری تعالیٰ "قُوْلَا لَہٗ قَوْلًا لَیِّنًا" کے موافق نرمی و ملائمت اور محبت و تلطف اور رازداری کا طریق پیشِ نظر رکھنا چاہیئے۔

۱۱- جس طرح شیشہ ہمارے چہرہ کی سیاہی کو خوبصورتی اور صفائی داغ کر کے نہیں دکھاتا اسی طرح ہمیں بھی اپنے بھائی کے عیب کو خوبی اور خوبی کو عیب ظاہر کر کے مداہنت، چاپلوسی اور غلط بیانی کا ارتکاب نہیں کرنا چاہیئے۔ یعنی نہ تو عیب جوئی کر کے کسی کی تذلیل اور تحقیر کی جائے اور نہ کسی کی جھوٹی تعریف کر کے خوش کرنا مقصود ہو بلکہ ہر رنگ میں خدا تعالیٰ کی رضا پیشِ نظر ہونی چاہیئے۔

۱۲- اگر شیشہ بڑا ہو تو اس میں شکل بڑی نظر آئے گی اس لئے ایک احمدی کی غلطی سفید چادر کے داغ کی طرح بڑی نظر آ کر جماعت کی بدنامی کا موجب ہو گی ہمیں اس کا خیال رکھنا بھی از بس ضروری ہے مگر شیشہ کی مانند ہمیں اپنے بھائیوں کے لئے عالی حوصلہ اور وسیع القلب ہونا چاہیئے اپنے دلوں کو وسیع کر کے ان کی خوبیوں اور اوصافِ حسنہ کو اپنے دِل میں جگہ دینا چاہیئے۔

۱۳- جس طرح شیشہ اندھیرے اور تاریکی میں ہمارے عیب اور داغ وغیرہ نقص کا کچھ پتہ نہیں دیتا اسی طرح موقع شناسی کام لے کر ہمیں چاہیئے کہ جب کوئی شخص مصائب و آلام کی تاریکی میں مبتلاء ہو تو اس وقت اس کو نقص بتا کر اصلاح کی کوشش کرنا بجائے مفید ہونے کے اکثر مُضر ثابت ہوتا ہے۔

۱۴- جس طرح ہمارا شیشہ ہماری پشت کی طرف سے عیب نہیں بتاتا ہمیں تجسس کر کے کسی کے عیب تلاش نہ کرنے چاہئیں بلکہ اگر کوئی واقعی غلطی ہو تو شیشہ کی مانند صرف اسی کو بتا کر اصلاح کی کوشش کی جاسکے۔ مگر اس کی پس پشت غیبت اور چغلی کر کے مزید فتنہ و فساد کو ہوا نہیں دینی چاہیئے۔

۱۵- اگر شیشہ زنگ وغیرہ سے خراب ہونے لگے تو ہمیں اس کو صاف کرنے کی پوری کوشش کرنی چاہیئے۔ لیکن اگر وہ اتنا خراب ہو جاوے کہ صاف کرنا ممکن نہ رہے تو ہم اس کو باہر پھینک دیتے ہیں بالکل اسی طرح ہمیں اپنے بھائی کی اصلاح کی پوری پوری کوشش ہر رنگ میں کرنا چاہیئے اگر انفرادی طور پر کامیابی نہ ہو تو صاحب اثر لوگوں کی خدمات حاصل کریں اور ضرورت پڑے تو مرکز کے ذریعہ اصلاح کی ہر ممکن تدبیر بروئے کار لانی چاہیئے۔ لیکن اگر تمام تر سعی و کاوش کے باوجود اس کی اصلاح نہ ہو سکے تو پھر بڑی دیانتداری کے ساتھ اس کے خلاف صحیح حالات کی رپورٹ کر کے اس کو گندے عضو کی طرح جماعت سے باہر کروا دینا چاہیئے تاکہ وہ دیگر افراد پر اثر انداز نہ ہونے پائے۔

۱۶- "ایک مسلمان دوسرے مسلمان کے لئے بطور شیشہ کے ہے"۔ اس حدیث کا ایک مطلب یہ بھی ہے کہ اگر کسی کو خواب یا رؤیا میں کوئی نیک و پارسا اور خدا کا مقبول بندہ اپنی اچھی یا بُری حالت میں نظر آئے تو اس کو اس کے شیشہ میں دراصل اپنی حالت کا نقشہ دکھایا گیا ہے۔ اس لئے اس کو فوراً اپنی ایمانی اور عملی حالت کا جائزہ لینا اور محاسبہ کرنا چاہیئے۔ کیونکہ معبّرین نے لکھا ہے:-

"مَنْ رَاٰی نَبِیًّا عَلٰی حَالِہٖ وَھَیْئَتِہٖ فَذَالِکَ دَلِیْلٌ عَلٰی صَلَاحِ الرَّائِیْ وَکَمَالِ جَاھِہٖ وَظَفْرِہٖ

بِمَنْ عَادَاہُ وَمَنْ رَاٰہُ مُتَغَیِّرَ الْحَالِ عَابِسًا مَثَلًا فَذَالِکَ دَالٌّ عَلٰی سُوْءِ حَالِ الرَّائِیْ"۔

(فتح الباری شرح بخاری جلد ۱۲ صفحہ ۳۱۲ ما ثبت بالسّنۃ فی ایام السنۃ صفحہ ۶۵-۶۶)

یعنی۔ "جو کسی نبی کو رؤیا میں اس کی اصلی اعلیٰ حالت اور عمدہ شکل میں دیکھے تو نبی کے شیشہ میں یہ رؤیا دیکھنے والے کی اپنی اچھی حالت اور کمال اطاعت اور دشمن پر کامیابی کی دلیل اور اگر وہ اس کو پریشان حال مثلاً ترش رُو وغیرہ دیکھے تو یہ دیکھنے والے کی اپنی بدحالی کا ثبوت ہے"۔

پس یہ حدیث بڑی سبق آموز اس موقعہ پر مناسب معلوم ہوتا ہے کہ سیدنا حضرت مولانا حافظ حکیم نورالدین خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ کا اپنا ایک دلچسپ واقعہ بھی یہاں بیان کر دیا جائے جو مہاراجہ جموں و کشمیر کی ملازمت سے بیشتر کا ہے آپ اپنی "خود نوشت سوانحِ عمری" میں فرماتے ہیں:۔

"ان ہی دنوں مجھ کو ایک بیوہ کا پتہ لگا کہ جس کو میں مختلف اسباب سے پسند کرتا تھا۔ میں نے اس کے نکاح کی تحریک کی وہ عورت تو راضی ہو گئی۔ مگر ملک کا رواج جو بیوگان کے نکاح کا نہیں ہے اس کے متعلق اس نے عذر کیا اور پھر یہ بھی کہا کہ آپ نکاح کر لیں کچھ دنوں کے بعد میرے ولی راضی ہو جائیں گے میں نے دلیری کر کے اس خیال پر کہ وہ بیوہ کے نکاح کو رد کرتے ہیں۔ معزول سمجھا اور اس نکاح میں جرأت کر لی قبل اس کے کہ وہ ہمارے گھر میں آئے میں نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ آپؐ کا چہرہ زرد ہے۔ زمین پر لیٹے ہیں اور داڑھی منڈی ہوئی ہے میں ہوشیار ہوا تو مجھے معلوم ہوا کہ یہ نکاح سنت کے خلاف واقع ہوا ہے۔ تب میں نے ایک خط میاں نذیر حسین دہلوی اور ایک خط شیخ محمد حسین بٹالوی کو لکھا اور اس میں لکھ دیا کہ وہ بیوہ بالغ ہے۔ ولی نابالغ ہے۔ یہ تو مجھ کو یاد نہیں کہ ان دونوں میں سے کس کا خط آیا تھا۔ مگر ایک کا خط آیا جس میں لکھا تھا کہ ایسے ولی معزول ہو جاتے ہیں۔ اور ایسی بیوہ اپنے اختیار سے نکاح کر سکتی ہے کیونکہ حدیث لَا نِکَاحَ اِلَّا بِوَلِیٍّ میں کلام ہے۔ میرے تو مطلب کے مطابق تھا میں بڑا خوش ہو کر اٹھا کہ اب اس کو گھر میں بلا لوں بیٹھک کے پھاٹک پر پہنچا تو ایک شخص ایک حدیث کی کتاب لایا اور کہا کہ یہ حدیث سمجھا دو:۔

اَلْاِثْمُ مَا حَاکَ فِیْ صَدْرِکَ وَلَوْ اَفْتَاکَ الْمُفْتُوْنَ۔

اس کے دیکھتے ہی میرا بدن بالکل سُن ہو گیا اور میں نے کہا کہ تم پھر بتائیں گے۔ میں نے یہ سمجھا کہ خدا تعالیٰ نے مجھ کو آگاہ کیا ہے کہ ان مفتیوں کے فتووں کی طرف توجہ نہ کرو۔ میں نے وہ پھاٹک بند کر دیا۔ بیٹھک کے اندر دالان میں آیا۔ میرے دل میں یہ بھی خیال آیا تھا کہ اوّل تو حدیث میں کلام ہے دوسرے مفتی نے فتویٰ دے دیا ہے۔ بہرحال دالان میں آتے ہی مجھ پر نوم غیر طبعی طاری ہو گئی میں لیٹ گیا تو میں نے حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا اس وقت آپؐ کی عمر پچیس برس کے قریب معلوم ہوتی تھی گویا وہ عمر تھی جب آپ کی شادی ہوئی ہو گی۔ میں نے دیکھا کہ بائیں جانب سے آپ کی داڑھی خشخشی ہے اور دہنی طرف بال بہت بڑے ہیں اور میں حضور میں بیٹھا ہوں میں نے دل میں سوچا کہ بال دونوں طرف کے برابر ہوتے تو بہت خوبصورت ہوتے پھر معاً میرے دل میں آیا کہ چونکہ اس حدیث کے متعلق تجھ کو تامل ہے اسی لئے یہ فرق ہے۔ تب میں نے اسی وقت دل میں کہا کہ اگر سارا جہان بھی اس کو ضعیف کہے تب بھی میں اس کو صحیح سمجھوں گا۔ یہ خیال آتے ہی میں نے دیکھا کہ دونوں طرف داڑھی برابر ہو گئی ہے۔ اور حضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہنس پڑے اور مجھ سے کہا کہ کیا تو کشمیر دیکھنا چاہتا ہے؟ میں نے کہا ہاں یا رسول اللہ! آپؐ چل پڑے اور میں پیچھے پیچھے تھا۔ بانہال کے رستے سے ہم کشمیر گئے۔ یہ بیوہ چھوڑنے اور کشمیر کی ملازمت کی تحریک ہے"

(مرقاۃ الیقین صفحہ ۱۴۱-۱۴۲)

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہم سب کو اس حدیث "اَلْمُسْلِمُ مِرْاٰۃُ الْمُسْلِمِ" کی تمام ہدایات و نصائح پر پوری طرح عمل کی توفیق مرحمت فرمائے۔

آمین ثم آمین

(مدیر بدر)

نوعِ انسانی کا اصل المیہ

از محترم جناب مسعود احمد صاحب دہلوی ایڈیٹر روزنامہ الفضل ربوہ

روزنامہ "نوائے وقت" لاہور کے ۲۱ جولائی ۱۹۷۷ء کے شمارہ میں "ہمارا معاشرہ ۔۔۔ اخلاق کا فقدان" کے زیرِ عنوان اشفاق احسان صاحب کا ایک مضمون شائع ہوا ہے جس میں انہوں نے افراد کی زندگیوں میں اخلاق کے فقدان کو اصل اور سب سے بڑا قومی المیہ قرار دیا ہے چنانچہ وہ رقمطراز ہیں:۔

"ہمارا اصل قومی المیہ یہ ہے کہ اخلاقی اعتبار سے ہم مضبوط نہیں ہماری انفرادی زندگیوں میں اخلاق اور سچائی کی کارفرمائی کی کیا صورت ہے؟ روزمرّہ کے کاروبار اور لین دین کے معاملات سے لے کر خانگی دوستی رشتہ داری اور ہمسائیگی تک کے معاملات میں ہم میں سے کتنے لوگ صحیح معنوں میں با اصول بے غرض سچے، مخلص اور دیانتدار ہیں؟ معمولی سا خوف تھوڑا سا لالچ چھوٹی سی خوشامد ہم میں سے کتنوں کو اندھا نہیں بنا دیتی؟ کتنے فی صد لوگ ہمارے معاشرہ میں ایسے موجود ہیں جن کی اصول پسندی، انصاف پرستی اور صداقت گوئی پر ہر حالت میں بھروسہ کیا جا سکتا ہے؟ سیاستدان کسی اور معاشرہ کی مخلوق نہیں جن سے بوجوہ کچھ بہتر اخلاق اور بہتر کردار کی توقع رکھی جانی لازمی ہے مجموعی طور پر معاشرہ جیسا اخلاقی پستی میں مبتلا ہو گا وہ چاروناچار ہر طبقہ کا مقدر بن کر رہے گا اور اس میں حاکم طبقہ بھی شامل ہے۔ اس لئے ہماری قومی زندگی کا اصل مسئلہ فی الواقعی وہ نہیں ہے جس میں ہماری سیاست گذشتہ کئی برسوں سے الجھنوں میں رہی ہے بلکہ یہ ہے کہ آیا اخلاقی اعتبار سے ہم لوگ کچھ بلند ہو سکتے ہیں یا نہیں؟ ہمارے قومی وجود اس کی بقا اور ترقی کا انحصار صرف اور صرف اس سوال کے جواب پر ہے کیونکہ قومیں کسی ضابطہ اخلاق کی پابندی کے بغیر نہ اپنا وجود برقرار رکھ سکتی ہیں نہ امن و امان کی نعمت انہیں نصیب ہو سکتی ہے۔ نہ وہ اپنا تحفظ و دفاع ہی کر سکتی ہیں"۔

(روزنامہ نوائے وقت لاہور ۲۱ جولائی ۱۹۷۷ء صفحہ ۳)

اشفاق احسان صاحب کا انفرادی زندگیوں اور پورے معاشرہ میں سے اخلاق کے فقدان کو سب سے بڑا قومی المیہ قرار دینا بالکل درست ہے کیونکہ جیسا کہ خود انہوں نے لکھا ہے ہمارے قومی وجود، اس کی بقا اور ترقی کا انحصار صرف اور صرف اس سوال کے جواب پر ہے کہ آیا ہم اخلاقی لحاظ سے بلند ہو سکتے ہیں یا نہیں۔ اس سوال کا جواب اس لئے بنیادی اہمیت کا حامل ہے کہ بقول صاحبِ مضمون قومیں کسی ضابطۂ اخلاق کی پابندی کئے بغیر نہ اپنا وجود برقرار رکھ سکتی ہیں نہ امن و امان کی نعمت انہیں نصیب ہو سکتی ہے۔ اور نہ وہ اپنا تحفظ و دفاع ہی کر سکتی ہیں۔ جو کچھ صاحبِ مضمون نے اپنے مضمون میں لکھا ہے اس کے درست ہونے میں کس کو کلام ہو سکتا ہے۔ لیکن جو چیز اس ضمن میں فکر انگیز ہے وہ یہ ہے کہ یہ سوال کہ آیا ہم اخلاقی لحاظ سے بلند ہو سکتے ہیں یا نہیں ایک ایسی قوم کے متعلق خود اس کے بھی درد مند اور باشعور فرد کی طرف سے اٹھایا گیا ہے جو اسلام کی طرف منسوب ہونے کے باعث اپنے آپ کو اسلام کا علمبردار سمجھتی اور اپنی اس حیثیت کو منوانے کی دعویدار ہے ایسی قوم کا اخلاق کے فقدان کا شکار ہونا اور پھر نوبت یہاں تک پہنچ جانا کہ اس کے متعلق اس سوال کا اٹھ کھڑا ہونا (باقی صفحہ ۹ پر)

بقیہ صہ: اور پھر نوبت یہاں تک پہنچ جاتا کہ اس کے متعلق اس سوال کا اُٹھ کھڑا ہونا کہ آیا اس کے افراد اخلاقی لحاظ سے بلند ہو بھی سکتے ہیں یا نہیں ایک ایسا افسوسناک امر ہے کہ اس سے بڑھ کر افسوسناک امر اور کوئی نہیں ہو سکتا۔

اللہ تعالےٰ نے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متبعین کو خیر اُمّۃ کے لقب سے سرفراز فرما کر انہیں معلم اخلاق کے نہایت بلند مقام پر فائز کیا ہے جیسا کہ کُنْتُمْ خَیْرَ اُمَّۃٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ تَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ (آل عمران آیت ۱۱۱) سے ظاہر ہے۔ وہ اس خیر البشر اور افضل الرسل صلی اللہ علیہ وسلم کے متبعین ہیں جس کی رفعت وجلالتِ شان کا ذکر کرتے ہوئے خود اللہ تعالیٰ نے فرمایا اِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِیْمٍ (القلم آیت ۵) اور لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ (احزاب آیت ۲۲) کہہ کر اللہ تعالےٰ نے ان کے لئے یہ ضروری قرار دیا ہے کہ وہ اس افضل الرسل صلی اللہ علیہ وسلم کے نقشِ قدم پر چل کر اخلاقی بلندیوں پر پہنچیں اور اخلاقی اعتبار سے اقوامِ عالم کی رہبری و رہنمائی کا فرض انجام دیں۔ خود ایسی برگزیدہ اُمّت کے افراد کا ہی اخلاق سے عاری ہو جانا واقعی بہت بڑا المیہ ہے لیکن اگر دیکھا جائے تو یہ ہمارا ہی قومی المیہ نہیں بلکہ پوری نوعِ انسانی کے لئے ایک زبردست المیہ کی حیثیت رکھتا ہے کیونکہ اگر خود مسلمان ہی اخلاق سے عاری ہو جائیں تو دیگر اقوامِ عالم کے اصل اسلامی اخلاق کی طرف آنے اور صحیح معنوں میں با اخلاق بننے کی کب اُمید کی جا سکتی ہے حقیقت یہ ہے کہ نوعِ انسانی کی بقا اور اس کے تحفظ اور عالمی امن وسلامتی کی خاطر بھی روئے زمین کے مسلمانوں کے لئے از بس ضروری ہے کہ وہ اپنی انفرادی زندگیوں اور ہیئتِ اجتماعی میں اسلامی اخلاق کا نہایت ہی حسین وجمیل اور دل موہ لینے والا نمونہ پیش کریں۔ تا ہلاکت کے کنارہ پر پہنچی ہوئی دنیا ان کے نمونہ سے متاثر ہو کر اسلام کی عافیت بخش آغوش میں آئے اور اسلامی اخلاق پر کاربند ہو کر حقیقی امن وسکون اور فلاح ونجاح سے ہمکنار ہو اگر خود مسلمانوں کا با اخلاق ہونا مشکوک اور محل نظر ہو تو پھر اس کرۂ ارض کے تباہی سے محفوظ ہونے کی کوئی ضمانت باقی نہیں رہتی۔

یہ تو صحیح ہے کہ اسلام کی طرف منسوب ہونے والی کسی قوم کا اخلاق سے عاری ہو جانا اس قوم کا ہی نہیں بلکہ پوری نوعِ انسانی کا سب سے بڑا المیہ ہے لیکن یہ بھی ایک ناقابلِ تردید حقیقت ہے کہ نوعِ انسانی کو بالآخر اس المیہ سے نجات ملے گی اور ملے گی بھی اس لئے کہ اللہ تعالےٰ نے اُمّتِ مسلمہ کو اسلامی اخلاق سے از سرِ نو مزیّن کرنے اور پوری نوعِ انسانی کو اسلام کی آغوش میں لانے کا فیصلہ کر رکھا ہے کیونکہ جس خدا نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو آخری زمانہ میں اُمّت کے بگڑنے کی خبر دی تھی۔ اسی نے یہ بھی بشارت دے رکھی ہے کہ وہ اسلام کو دنیا میں غالب کرنے کا خود انتظام کرے گا۔ اور اس بشارت کے بموجب اس کو یہ غلبہ اس درجہ کامل اور ہمہ گیر ہوگا کہ دَورِ اوّل کے خصائص کو تازہ کر دے گا۔ اور حدیثِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی روشنی میں بقول مولانا ابو الکلام آزاد:۔

"حال یہ ہوگا کہ لَا یُدْرٰی اَوَّلُهَا خَیْرٌ اَمْ اٰخِرُهَا نہیں کہا جا سکتا کہ اُمّت کی ابتداء زیادہ کامیاب تھی یا اس کا اختتام؟ یہی وہ آخری زمانہ ہوگا جب اللہ کا اعلان اپنے کامل معنوں میں پورا ہوگا کہ لِیُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّیْنِ كُلِّهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ" (مسئلہ خلافت صلا)

سو اس سوال کا کہ "کیا اخلاقی اعتبار سے ہم لوگ بلند ہو سکتے ہیں یا نہیں"۔ یہی جواب ہے کہ نہ صرف یہ کہ بلند ہو سکتے ہیں بلکہ یقیناً بلند ہوں گے مگر ہوں گے اسی راہ سے جس راہ کی خدا تعالےٰ کی طرف سے اطلاع پا کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بشارت دی اور جس کی طرف مولانا ابو الکلام آزاد نے مذکورہ بالا الفاظ میں اشارہ کیا ہے۔

ولادت

میرے برادرِ نسبتی مکرم ماسٹر عبد الحفیظ صاحب منڈاشی بی اے بی ایڈ ابن مکرم ماسٹر عبد الرزاق صاحب منڈاشی کو اللہ تعالےٰ نے مورخہ ۱۶/۶ کو بھدرواہ میں بچہ لڑکا عطا فرمایا ہے۔ انہوں نے اس خوشی کے موقع پر مبلغ پانچ روپے شکرانہ فنڈ اور پانچ روپے اعانتِ بدر میں ادا کئے ہیں جملہ بزرگان اور احبابِ جماعت سے نومولود کی صحت وسلامتی اور درازیٔ عمر اور خادمِ دین بننے کے لئے دُعا کی درخواست ہے۔

خاکسار: جلال الدین نیّر کارکن نظارت بیت المال آمد قادیان

رمضان المبارک کی برکات

از مکرم سیّد رشید احمد صاحب قائد مجلس خدام الاحمدیّہ سونگڑہ

حضرت سلمان فارسیؓ سے روایت ہے کہ ماہ شعبان کے آخری دن حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے خطاب فرمایا جس میں آپؐ نے فرمایا اے دوستو! تم پر ایک قابلِ عظمت وبرکت مہینہ چڑھ رہا ہے اِس مبارک ماہ میں ایک ایسی رات ہے جو ہزار مہینوں سے بھی بہتر ہے اس ماہ کے روزے اللہ تعالےٰ نے بطور فرض کے مقرر کئے ہیں اس کی راتوں میں تراویح اور تہجّد کی نمازوں کے لئے کھڑا ہونا نفلی عبادت ہے۔ جو شخص بھی اس ماہ میں اللہ تعالیٰ کی رضا اور قرب کے حصول کے لئے نیکی کی کوئی خصلت بھی اختیار کرے گا تو اس کو دوسرے فرائض کے برابر اس کا ثواب ملے گا اور اس مہینہ میں فرض ادا کرنے کا ثواب دوسرے وقت کے ستّر فرضوں کے برابر ملے گا۔ یہ مہینہ صبر کا ہے اور صبر کا بدلہ جنت ہے یہ ہمدردی کا مہینہ ہے اور یہی وہ ماہ ہے جس میں مومن بندوں کے رزق میں اضافہ کیا جاتا ہے جس کسی نے اس ماہ میں کسی روزہ دار کی افطاری کرائی تو اس کے لئے گناہوں سے مغفرت اور دوزخ کی آگ سے آزادی ہوگی اور اس کو روزہ دار کے برابر ثواب ملے گا۔ اور اس روزہ دار کے ثواب میں کوئی کمی نہیں کی جائے گی۔ حضور انورؐ سے عرض کیا گیا کہ ہم میں سے ہر ایک کو افطاری کرانے کی سہولت نہیں (یعنی نفراد اس ثواب سے محروم رہیں گے) اس پر آپؐ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا یہ ثواب اس شخص کو بھی ملے گا جو صرف تھوڑے سے دودھ یا لسّی یا پانی کے گھونٹ پر کسی روزہ دار کا روزہ افطار کرائے گا اور جو کسی روزہ دار کو سیر کر کے کھانا کھلا دے گا اس کو خدا تعالےٰ میرے حوض سے ایسا مکمل سیراب کرے گا جس کے بعد اس کو کبھی پیاس نہیں لگے گی۔ یہاں تک کہ وہ جنت میں پہنچ جائے گا۔ اس ماہ مبارک کا ابتدائی حصّہ تو رحمت ہے اور درمیانی حصہ باعثِ مغفرت اور اختتام دوزخ کی آگ سے آزادی ہے اور جو آدمی اس مہینہ میں اپنے نوکروں ومزدوروں کے کام میں تخفیف یعنی کمی کر دے گا۔ اللہ تعالےٰ اس کی مغفرت کے سامان کر دے گا۔ اور اس کو آتشِ جہنم سے آزادی دے گا۔ (البیہقی)

یہ ہے ایک حدیث شریف کا ترجمہ جس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانِ مبارک سے ماہ رمضان المبارک کی عظمت وفضیلت کا اظہار ہوتا ہے۔ عام طور پر دیکھا جاتا ہے کہ اگر گورنمنٹ کسی تجارت میں ٹیکسوں میں نرمی کرتی ہے تو تجار اس کی طرف دوڑتے ہیں کوئی تاجر رعایتی قیمت پر دوسروں کے مقابل پر اشیاء فروخت کرے تو گاہکوں کی وہاں بھیڑ ہو جاتی ہے اگر کوئی بینک کم شرح منافع پر قرض مہیا کرے تو قرضدار اسی کی طرف کھیچے چلے آتے ہیں اور مقابلۃً زیادہ شرح منافع پر قرض وصول کرے تو سرمایہ دار اس بینک کی طرف رُخ کرتے ہیں۔ اگر کوئی یونیورسٹی اعلیٰ تعلیمی انتظام کرتی ہے تو طلبہ وطالبات وہاں فوراً پہنچ جاتے ہیں علیٰ ہذا القیاس کسی بھی سہولت یا فائدہ ملنے کی اُمید پر لوگ فوراً وہاں پہنچ جاتے ہیں اور تمام تر کوشش کرتے کرتے سر دھڑ کی بازی لگا دیتے ہیں۔ لیکن جب شاہِ لولاک (صلی اللہ علیہ وسلم) کی طرف سے اعلان ہوتا ہے تو کتنے لوگ اس اعلان کے مطابق فائدہ حاصل کرنے کے لئے دوڑتے ہیں سوائے قلیل شکر گذار بندوں کے۔ سچ فرمایا ہے قَلِیْلٌ مِّنْ عِبَادِیَ الشَّكُوْرُ (سبا ع)

الغرض اس ماہ میں معبود کی طرف سے عابد کے لئے کثیر المقاصد ترقی کا سنہرا موقع عطا ہوتا ہے۔ رشتۂ عبودیت سہل تر طریق سے قوی تر ہوتا ہے عابد ومعبود میں قرب ہو جاتا ہے۔ مسئول سائل کے لئے اور معشوق عاشق کے لئے انتہائی مہربان ہو جاتا ہے چنانچہ اس ماہ مبارک کی برکات کے ضمن میں اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِیْ عَنِّیْ فَاِنِّیْ قَرِیْبٌ اُجِیْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ فَلْیَسْتَجِیْبُوْا لِیْ وَلْیُؤْمِنُوْا بِیْ لَعَلَّهُمْ یَرْشُدُوْنَ (بقرہ ع ۲۳)

ترجمہ اور (اے رسول) جب میرے بندے تجھ سے میرے متعلق پوچھیں تو تو جواب دے کہ میں ان کے پاس ہی ہوں۔ جب دُعا کرنے والا مجھے پکارے تو میں اس کی دُعا کو قبول کرتا ہوں

چاہیئے کہ وہ یعنی دعا کرنے والے بھی میرے حکم کو قبول کریں اور مجھ پر ایمان لائیں۔ تا وہ ہدایت پائیں۔

کیا یہ بھی کچھ کم خوش نصیبی ہے کہ تمام برکات کا سرچشمہ خود قریب ہو جاتا ہے اور عاجز بندے کی دعا کو سنتا ہے اہلِ فہم پر روشن ہے کہ دعا معبود سے عابد کی ایک مانگ کا بہترین ذریعہ ہے اور اسی دعا سے رشتۂ عبودیت قوی تر ہوتا جاتا ہے اور دعا ہی وہ سیڑھی ہے جو عابد اور معبود کے درمیان قائم ہے۔ "ضعیف انسان" جب "القوی" کا قرب پاتا ہے اور نتیجۃً اس کے لطف و کرم سے نوازا جاتا ہے تو ملائک اور روح کا نزول ہوتا ہے اور یہ ضعیف (انسان) اب محض ضعف کا پتلا نہیں رہتا۔ بلکہ اس ضعف کے پتلے کو رب العالمین اپنی رحمانی قوت کی چادر سے لپیٹ لیتا ہے۔ پھر ضعف کے پتلے کا وجود تو ہوتا ہے۔ مگر (ایک عظیم قوت کی چادر سے لپٹے ہوئے ہونے کی وجہ سے) دوسرے کسی کو نظر نہیں آتا۔ بلکہ جو اس پتلے کی جانب دیکھتا ہے اس کی نظر قوت پر پڑتی ہے۔ چنانچہ اس کا مقام اس طرح ہو جاتا ہے جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:-

"اس دقیقہ کو دنیا کی عقل نہیں سمجھ سکتی کہ انسانِ کامل خدا تعالےٰ کی روح کا جلوہ گاہ ہوتا ہے اور جب کبھی کامل انسان پر ایک ایسا وقت آ جاتا ہے کہ وہ اس جلوہ کا عین وقت ہو جاتا ہے تو اس وقت ہر ایک چیز اس سے ایسی ڈرتی ہے جیسا کہ خدا تعالےٰ سے۔ اس وقت اس کو درندہ کے آگے ڈال دو آگ میں ڈال دو وہ اس سے کچھ بھی نقصان نہیں اٹھائے گا۔ کیونکہ اس وقت خدا تعالےٰ کی روح اس پر ہوتی اور ہر ایک چیز کا عہد ہے کہ اس سے ڈرے یہ معرفت کا ایک آخری بھید ہے جو بغیر صحبت کاملین سمجھ میں نہیں آ سکتا چونکہ یہ نہایت دقیق اور نہایت درجہ نادر الوقوع ہے اس لئے ہر ایک فہم اس فلاسفی سے بے نصیب ہیں" (برکات الدعاء صفحہ ۲۲ حاشیہ مطبوعہ ۱۸۹۳ء)

اللہ تعالےٰ سے دعا ہے کہ چمن روحانیت کے اس موسم بہار رمضان المبارک سے فائدہ اٹھانے کی توفیق دیتے ہوئے ہماری عبادات قبول فرمائے اور ہمیں یہ بلند روحانی مقام عطا فرمائے۔ آمین

رپورٹ ماہانہ لجنات اماء اللہ بھارت

ہر لجنہ کا فرض ہے کہ مہینہ ختم ہوتے ہی اپنی ماہانہ رپورٹ دفتر لجنہ مرکزیہ کو بھجوائے تاکہ ان کے کام کا مرکز کو صحیح رنگ میں علم ہو سکے۔

ماہ مئی ۱۹۷۷ء میں مندرجہ ذیل لجنات کی طرف سے ماہانہ رپورٹ موصول ہوئی۔

لجنات:- قادیان۔ حیدرآباد۔ سکندرآباد۔ بنگلور۔ شیموگہ۔ شاہجہانپور۔ کانپور۔ کلکتہ۔ رانچی۔ ساگر۔ کیرنگ۔ ینکال۔ بھدرک۔ کرڈاپلی۔ کیندراپاڑا۔ شادنگر۔ مونگھیرا۔ جمشید پور۔ رسول پور۔

ناصرات الاحمدیہ: بنگلور۔ شیموگہ۔ مدراس

ماہ جون ۱۹۷۷ء میں مندرجہ ذیل لجنات کی طرف سے ماہانہ رپورٹ موصول ہوئی۔

لجنات:- قادیان۔ حیدرآباد۔ سکندرآباد۔ بنگلور۔ شیموگہ۔ شاہجہانپور۔ مدراس۔ کلکتہ۔ رانچی۔ ساگر۔ اودے پور کٹک۔ کیرنگ۔ ینکال۔ بھدرک۔ کرڈاپلی۔ سرونیا گاؤں۔ بڈھانوں۔

ناصرات: شیموگہ۔ مدراس۔

صدر لجنہ اماء اللہ مرکزیہ

ولادت: میری بیٹی مریم صدیقہ کو اللہ تعالےٰ نے مورخہ ۳۰/۶ فرزند سے نوازا ہے۔ اس کی شادی ۲/۲/۷۶ کو ہوئی تھی نومولود میرا نواسہ ہے اور مکرم چوہدری اللہ دتا صاحب چیمہ آف پیرکوٹ کا پوتا ہے احباب دعا فرمائیں کہ اللہ تعالےٰ مولود کو صحت و سلامتی والا اور خادم دین بنائے آمین۔ خاکسار: (چوہدری) محمد حسین چیمہ کینیڈا

موصوف نے اس خوشی کے موقع پر ۵۰ روپے اشاعتِ بدر میں اور ۱۰ روپے درویش فنڈ میں جمع کئے ہیں۔ (ایڈیٹر بدر)

درخواست دعا: مکرم عبد الغفار خان صاحب آف سورو عرصہ دراز سے شدید طور پر بیمار ہیں۔ جس سے ان کے اہل و عیال بہت پریشان ہیں احباب دعا فرمائیں۔ خاکسار: سید قیام الدین معلم مدرسہ احمدیہ

ضروری اعلان بابت انتخاب صدر لجنہ اماء اللہ مرکزیہ بھارت

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ العزیز کی منظوری سے بھارت کی تمام لجنات کے لئے یہ اعلان کیا جاتا ہے کہ آئندہ پانچ سال یعنی جنوری ۱۹۷۸ء تا دسمبر ۱۹۸۲ء تک کے لئے صدر لجنہ اماء اللہ مرکزیہ بھارت کے انتخاب کی کاروائی اس سال جلسہ سالانہ کے موقع پر مورخہ ۱۹/۱۲ کو عمل میں آئے گی۔ اس سلسلہ میں مندرجہ ذیل امور و ہدایات مدنظر رکھنی ضروری ہیں۔

۱۔ صدر لجنہ اماء اللہ مرکزیہ کا قادیان میں رہائش پذیر ہونا ضروری ہے

۲۔ انتخاب کے لئے تین نام پیش ہونے ضروری ہیں۔ تین سے کم نام نہیں ہونے چاہئیں۔ تین سے زیادہ ہو جائیں تو کوئی حرج نہیں اس کا مطلب یہ ہے کہ بوقت انتخاب کم از کم تین نام پیش کئے جانے چاہئیں۔ اور پھر ووٹ لئے جائیں (یہ ضروری نہیں کہ ہر لجنہ تین نام پیش کرے۔ ایک نام بھی پیش کر دیں) خواہ باقی دو کو کوئی ووٹ بھی نہ ملے لیکن قانون پورا کرنے کے لئے تین نام پیش ضرور کئے جائیں۔ اس کی وضاحت اس لئے کی جا رہی ہے تاکہ آنے والی نمائندہ اپنی لجنہ سے مشورہ کر کے ایک سے زائد نام ذہن میں رکھ کر آئے۔

۳۔ جلسہ سالانہ کے موقع پر یہ انتخاب اس لئے رکھا گیا ہے کہ ہندوستان بھر سے اس موقع پر بیرونی لجنات کی ممبرات مرکز میں تشریف لاتی ہیں۔ امید کی جاتی ہے کہ اس سال ہر لجنہ کم از کم ایک نمائندہ شرکت کے لئے ضرور بھجوائے گی۔

۴۔ اگر کسی وجہ سے کسی لجنہ کی نمائندہ انتخاب کے موقع پر شرکت نہ کر سکے تو ایسی لجنہ اپنی رائے تحریری طور پر بذریعہ رجسٹری نومبر ۱۹۷۷ء کے آخر تک دفتر لجنہ مرکزیہ کے پتہ پر ضرور بھجوائیں۔

۵۔ ہر لجنہ اپنی ممبرات کی تعداد کے لحاظ سے ہر ۲۵ پچیس ممبرات پر ایک نمائندہ چن کر بوقتِ انتخاب مرکز میں بھجوا سکتی ہیں۔ بیرونی لجنات سے اگر ممبرات کی تعداد کے مطابق زیادہ نمائندگان نہ آ سکتی ہوں تو اس موقع پر کم از کم ایک نمائندہ ضرور آئے۔

۶۔ بیرونی لجنات جس کو اپنا نمائندہ بنا کر بھجوائیں اسے اپنی لجنہ کی رائے سے آگاہ کر دیں تاکہ انتخاب کے موقع پر وہ اس ممبر کے حق میں ووٹ دے جس کے بارے میں اس کی لجنہ نے فیصلہ کیا ہو۔ اس نمائندہ کی اپنی ذاتی رائے نہیں ہونی چاہئے

۷۔ ہر نمائندہ کے پاس اپنی صدر لجنہ مقامی کی تصدیقی چٹھی ہونی چاہئے کہ وہ اس لجنہ کی طرف سے بطور نمائندہ شرکت کر رہی ہے۔ ایسی تصدیق کے بغیر اس کو شرکت کی اجازت نہیں ہوگی۔

امۃ القدوس
صدر لجنہ اماء اللہ مرکزیہ

اخبارِ قادیان: قادیان میں اس سال کے رمضان المبارک کا پہلا روزہ مورخہ ۱۷ اگست کو شروع ہوا۔ نظارت دعوۃ و تبلیغ کے مقرر کردہ پروگرام کے مطابق مسجد اقصیٰ میں بعد نماز ظہر تا عصر ابتدائی ۲ یوم مکرم مولوی مظفر احمد صاحب ظفر امروہوی نے قرآن کریم کا درس دیا۔ اس کے بعد مکرم مولوی محمد عمر علی صاحب مدرس مدرسہ احمدیہ قادیان درس دے رہے ہیں۔ نیز بعد نماز عشاء مسجد اقصیٰ میں عزیز مظہر احمد صاحب طاہر نمازِ تراویح پڑھا رہے ہیں جبکہ سحری کے وقت مکرم مرزا محمد اسحٰق صاحب درویش کو مسجد مبارک میں یہ سعادت حاصل ہو رہی ہے۔ ـــ مکرم عیسیٰ احمد صاحب آف تنزانیہ مورخہ ۲۰/۸ کو زیارت مقاماتِ مقدسہ کی غرض سے قادیان تشریف لائے، محترم حاجی عبد القیوم صاحب لکھنؤ سے، مکرم سید عبد الوقار خاں صاحب سیتاپوری لکھیم پور (یوپی) سے اور مکرم حافظ اسلام الدین صاحب پٹنہ سے قادیان میں رمضان المبارک کا مقدس مہینہ گزارنے کی غرض سے تشریف لائے ہیں۔ اللہ تعالےٰ ان کے اخلاص میں برکت ڈالے آمین ـــ پروفیسر شکیل احمد صاحب مع اہلیہ محترمہ مورخہ ۲۴ اگست ۱۹۷۷ء کو راجپور سے زیارتِ مقاماتِ مقدسہ کی غرض سے قادیان تشریف لائے۔

درخواستِ دعا: مکرم رحمت اللہ خان صاحب مقیم دہلی اپنی کاروباری مشکلات کی وجہ سے بہت پریشان ہیں اور احباب جماعت کی خدمت میں اپنے کاروبار میں خیر و برکت اور ترقی کے لئے دعا کی درخواست کرتے ہیں۔
خاکسار: محمود احمد عارف درویش قادیان

خدا تعالیٰ کی رضا اور اُس کا حصول - بقیہ اداریہ صفحہ ۲

دینے والے کی حمد کرو۔ فرمایا: اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ یہ اچھی خوراک بھی ان نوجوانوں کے انگ نہیں لگتی۔ (حضورؐ نے پنجابی کا لفظ انگ نہ لگنا بولا جس کا مطلب یہ تھا کہ وہ خوراک انسان کے اندر قوّت اور توانائی پیدا نہیں کرتی۔ جبکہ اس سے ادنیٰ قسم کی خوراک صحابہ کرامؓ کے اندر غیر معمولی قوّت اور طاقت پیدا کر دیتی تھی۔) اور انگ وہ چیز لگتی ہے جو خوش دلی اور فرحتِ قلبی کے ساتھ استعمال کی جائے۔

الغرض شکرِ نعمت بھی خدا تعالیٰ کی رضا اور اس کی خوشنودی کو حاصل کرنے کا ایک کامیاب ذریعہ ہے۔

۴۔ چوتھے نمبر پر "اکل الحلال وصدق المقال" بھی خدا تعالیٰ کی رضا کا ذریعہ ہے۔ یعنی حلال روزی کھانا اور ہمیشہ سچ بولنا اس سے خدا خوش ہوتا ہے اور اس کی رضا کے دروازے کھلتے ہیں۔ یہ بات بھی روزوں کی فلاسفی پر غور و فکر کرنے سے ثابت ہو جاتی ہے۔ جب ایک شخص جائز کمائی کی اشیاء کو محض خدا کے حکم کی تعمیل میں ایک محدود وقت کے لئے چھوڑ کر خدا کی خوشنودی حاصل کر سکتا ہے تو ناجائز ذرائع سے حاصل شدہ روزی اور جھوٹ بول کر غیر پسندیدہ طریق سے مال و دولت کو جمع کر کے امیر کبیر بن جانا کیونکر پسندیدہ امر ہو سکتا ہے۔ جائز طریقوں سے حاصل شدہ روزی میں بڑی برکتیں ہیں۔ اور ناجائز ذرائع سے کمائی ہوئی دولت اگرچہ وقتی طور پر انسان کو بڑا بنا دیتی ہے۔ لیکن جب اس کے نتائج برآمد ہوتے ہیں تو رہی سہی کسر پوری ہو جاتی ہے۔ اس کے ثبوت میں زیادہ دُور جانے کی ضرورت نہیں آجکل کے اخبارات کو ہی پڑھ لیں۔ اُن لوگوں کے کچے چھٹے شائع ہو رہے ہیں جنہوں نے اپنے دنیوی اقتدار کے وقتوں میں ہر جائز و ناجائز طریق سے دولت سمیٹی اور تجوریاں بھر لیں بڑے بڑے بنگلے کھڑے کئے۔ بینک بیلنس بڑھا لئے۔ مگر اب جبکہ ان کے سابقہ اعمال کا محاسبہ ہونے لگا ہے تو یوں سمجھ لیجئے کہ تخت سے تختے پر آگرے ہیں۔ کوئی بھی تو ایسے لوگوں کے ساتھ ہمدردی دکھانے کو تیار نہیں۔ یقین جانیئے کہ ناجائز قسم کی کمائی کے ساتھ ساتھ ہی صدق المقال کی عدم پابندی چلتی ہے تمام بُرائیوں کی جڑ جھوٹ بولنا اور کذب بیانی ہے۔ اگرچہ "اکل الحلال اور صدق المقال" کو اپنی تمام زندگی کا لائحہ عمل بنانا بڑا مجاہدہ چاہتا ہے۔ لیکن یہ بھی ایک واضح حقیقت ہے کہ اس عظیم مجاہدہ کا ثمرہ بھی عظیم ہی ہے یعنی ——— خدا تعالیٰ کی رضا کا حاصل ہو جانا۔!!

(اس سلسلہ میں اور بھی بہت سی باتیں قابلِ بیان ہیں جن پر پھر کبھی موقعہ ملنے پر گفتگو کی جائے گی۔ انشاء اللہ۔ وباللہ التوفیق

خلاصہ خطبہ جمعہ - بقیہ صفحہ اوّل :— کائنات محض اتفاق کا نتیجہ نہیں۔ بلکہ اس کے پیچھے کوئی مدبّر بالارادہ ہستی کام کر رہی ہے جس نے کائنات کی ہر چیز کو انسان کے لئے مسخر کیا ہے۔ کلمہ طیبہ میں اس ہستی کو پیش کیا گیا ہے اور اسی سے تعلق قائم کرنا انسانی پیدائش کی بنیادی غرض ہے۔

(۳) اس کا شیریں پھل یعنی اللہ تعالیٰ کی رضا اور اس کا قرب ہر زمانہ میں انسان حاصل کر سکتا ہے بشرطیکہ اللہ تعالیٰ کا اذن اس کے شاملِ حال ہو اور اس کے اذن کو حاصل کرنے کے لئے دُعاؤں کی اور عملی جدوجہد کی ضرورت ہے گویا باذن ربّھا میں انسانی کوششوں کی طرف اشارہ ہے۔ اُمّتِ محمدیہ میں لاکھوں بلکہ کروڑوں لوگوں نے قرآن کریم کی اسی کامل تعلیم کا (جو تمام قوموں اور تمام زمانوں کے لئے نازل ہوئی) یہ شیریں پھل کھایا۔ اور اسی طرح ان کی نسلوں سے متمتع ہوئے۔ ہم سب کو دُعائیں کرتے رہنا چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی ان سے متمتع کرے اور قرآن کریم کی بیان فرمودہ یہ بشارت ہمارے حق میں بھی پوری ہو آمین۔

ولادت

خدا تعالیٰ نے خاکسار کو پہلا لڑکا عطا فرمایا ہے۔ احباب دُعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ اسے نیک صالح بنائے۔ نومولود شیخ عبد الحمید صاحب سونگھڑہ کا پوتا اور مکرم شیخ غلام مہدی صاحب بھدرک کا نواسہ ہے۔ خاکسار نے اس خوشی کے موقعہ پر ایک صد روپیہ داخلِ خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان کئے ہیں۔ خاکسار: شیخ عبد الرحیم آف سونگھڑہ (اڑیسہ)

صدقۃ الفطر

صدقۃ الفطر بظاہر ایک چھوٹا اور معمولی سا حکم ہے مگر بعض احکام جو دیکھنے میں معمولی نظر آتے ہیں حقیقت میں وہ بڑے اہم اور ضروری ہوتے ہیں ان کا ادا کرنا اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اور نہ ادا کرنا خدا تعالیٰ کی ناراضگی کا باعث ہو سکتا ہے اس قسم کے اسلامی حکموں میں سے جو حقوق العباد سے تعلق رکھتے ہیں ایک حکم صدقۃ الفطر کا ہے۔ جو کہ تمام مسلمانوں مردوں، عورتوں پر خواہ کسی حیثیت کے ہوں فرض ہے۔ جو شخص اس فرض کو ادا نہ کر سکتا ہو اس کی طرف سے اس کے سرپرست یا مربّی کے لئے ضروری ہے کہ وہ ادا کرے بلکہ معتبر روایات سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ غلام اور نوزائیدہ بچوں پر بھی صدقۃ الفطر فرض ہے۔

اس کی مقدار اسلام نے ہر ذی استطاعت شخص کے لئے ایک صاع عربی پیمانہ مقرر کی ہے جو کم و بیش ۲-۱/۲ سیر کا ہوتا ہے۔ سالم صاع کا ادا کرنا افضل اور اولیٰ ہے۔ البتہ جو شخص سالم صاع ادا کرنے کی طاقت نہ رکھتا ہو وہ نصف صاع بھی ادا کر سکتا ہے۔ چونکہ آجکل صدقۃ الفطر نقدی کی صورت میں ادا کیا جاتا ہے اس لئے جماعتیں غلہ کے مقامی نرخ کے مطابق فطرانہ کی شرح مقرر کر سکتی ہیں۔

صدقۃ الفطر کی ادائیگی عید الفطر سے پہلے ہونی چاہیئے تاکہ بیواؤں اور یتیموں کو اس رقم سے طعام اور لباس کے لئے بروقت امداد دی جا سکے۔

یہ رقم مقامی غرباء اور مساکین پر بھی خرچ کی جا سکتی ہے لیکن جن جماعتوں میں صدقۃ الفطر کے مستحق لوگ نہ ہوں وہ ایسی تمام رقوم مرکز بھجوائیں یاد رہے کہ صدقۃ الفطر سے دیگر مقامی ضروریات پر خرچ کرنے کی ہرگز اجازت نہیں۔

گندم کی اوسط قیمت کے مطابق ایک صاع کی قیمت تین روپے اور نصف صاع کی قیمت ڈیڑھ روپیہ بنتی ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دُعا ہے کہ وہ اپنے فضل سے جملہ احبابِ جماعت کو ان ضروری فریضوں کی ادائیگی کی توفیق عطا فرمائے آمین

ناظر بیت المال آمد قادیان

VARIETY CHAPPAL PRODUCTS KANPUR
PHONES:- 52325/52686. P.P
ویرائٹی
پائیدار بہترین ڈیزائن پر
لیڈر سول اور ربر شیٹ کے سینڈل
زنانہ و مردانہ چپلوں کا مرکز
چپل پروڈکٹس کانپور سمجھیا بازار ۴۲/۲۹

ہر قسم اور ہر ماڈل
کے موٹر سائیکل۔ موٹر کار۔ سکوٹروں کی خرید و فروخت
اور تبادلہ کیلئے آٹو ونگس کی خدمات حاصل فرمائیے!
AUTOWINGS
آٹو ونگس
32, SECOND MAIN ROAD
C.I.T COLONY
MADRAS. 600004.
PHONE NO 76360

رمضان المبارک میں
صدقہ خیرات اور فدیۃ الصیام کی ادائیگی

از محترم صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب امیر جماعت احمدیہ قادیان

جماعت مومنین کے لئے ایک بار پھر ان کی زندگیوں میں رمضان المبارک آگیا ہے اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ سب کو اس ماہ صیام کی برکات سے وافر حصہ عطا فرمائے۔ ان کے روزے اور دیگر عبادات مقبول ہوں۔

قرآن کریم اور احادیث نبویہ کے مطابق رمضان المبارک میں کثرت سے صدقہ وخیرات کرنا چاہیئے اس سلسلہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اسوۂ حسنہ ہمارے سامنے ہے کہ آپ رمضان المبارک میں تیز رفتار آندھی سے بڑھ کر صدقہ وخیرات فرمایا کرتے تھے۔

رمضان شریف کے مبارک مہینے میں ہر عاقل و بالغ اور صحت مند مسلمان مرد اور عورت کے لئے روزہ رکھنا فرض ہے روزے کی فرضیت ایسی ہی ہے جیسے دیگر ارکان اسلام کی البتہ جو مرد اور عورت بیمار ہو۔ نیز ضعف پیری یا کسی دوسری حقیقی مجبوری کی وجہ سے روزہ نہ رکھ سکتا ہو اس کو اسلامی شریعت نے فدیۃ الصیام ادا کرنے کی رعایت دی ہے۔ اصل فدیہ تو یہ ہے کہ کسی غریب محتاج کو اپنی حیثیت کے مطابق رمضان المبارک کے ہر روزے کے عوض کھانا کھلا دیا جائے اور یہ صورت بھی جائز ہے کہ نقدی یا کسی اور طریق سے کھانے کا انتظام کر دیا جائے تاکہ وہ رمضان المبارک کی برکات سے محروم نہ رہیں۔ بلکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ایک فرمان کے مطابق تو روزہ داروں کو بھی جو استطاعت رکھتے ہوں فدیۃ الصیام دینا چاہیئے۔ تاکہ ان کے روزے مقبول ہوں اور جو کسی پہلو سے ان کے اس نیک عمل میں رہ گئی ہو وہ اس زائد نیکی کے صدقے پوری ہو جائے۔

پس ایسے احباب جو مرکز سلسلہ قادیان میں جماعتی نظام کے تحت اپنے صدقات اور فدیۃ الصیام کی رقوم مستحق غرباء اور مساکین میں تقسیم کرانے کے خواہش مند ہوں وہ ایسی جملہ رقوم "امیر جماعت احمدیہ قادیان" کے پتہ پر ارسال فرمائیں انشاء اللہ ان کی طرف سے اس کی مناسب تقسیم کا انتظام کر دیا جائے گا۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو رمضان شریف کی برکات سے زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھانے کی توفیق دے اور سب کے روزے اور دیگر عبادات قبول فرمائے آمین

مرزا وسیم احمد
امیر جماعت احمدیہ قادیان

ضروری اعلان

جملہ مجالس خدام الاحمدیہ اڑیسہ کی اطلاع کے لئے اعلان کیا جاتا ہے کہ خدام الاحمدیہ صوبہ اڑیسہ کے آئندہ اجتماع سورو کے موقعہ پر ایک سوونیئر شائع کرنے کا پروگرام بنایا گیا ہے۔ جملہ مجالس خدام الاحمدیہ اڑیسہ اس سوونیئر کے لئے اڑیہ زبان میں مضامین ارسال فرمائیں۔ یہ مضامین ایک ہزار الفاظ کے اندر اندر ہوں اور ۳۰ ستمبر ۱۹۷۷ء تک مکرم سید رشید احمد صاحب سونگڑوی قائد مجلس خدام الاحمدیہ سونگڑہ کے نام بھجوائے جائیں۔ نیز سوونیئر کی اشاعت اور اجتماع کو کامیاب بنانے کے سلسلہ میں اگر کسی کے ذہن میں کوئی مفید تجویز ہو تو وہ بھی بذریعہ خط ارسال فرمائیں۔

تمام خط وکتابت مندرجہ ذیل پتہ پر کی جائے

قائد مجلس خدام الاحمدیہ سونگڑہ

SYED RASHID AHMAD B.A
At- KUSAMBI
P.O SUNGRA PIN 754221
ضلع CUTTACK (ORISSA)

منظوری انتخاب عہدیداران جماعت ہائے احمدیہ بھارت

مندرجہ ذیل جماعت ہائے احمدیہ کے عہدیداران کے انتخاب کی آئندہ تین سال کے لئے یعنی اپریل ۱۹۸۰ء تک نظارت ہذا کی طرف سے منظوری دی جاتی ہے اللہ تعالیٰ ان عہدیداران کو اپنے فضل وکرم سے بہتر رنگ میں خدمت کی توفیق بخشے اور اپنے فضلوں اور رحمتوں سے نوازے آمین

ناظر اعلیٰ قادیان

(۱) جماعت احمدیہ نوہٹہ (کشمیر)

صدر جماعت: مکرم راجہ بشیر احمد خان صاحب
سیکرٹری مال: ” راجہ یار محمد خان صاحب

(۲) جماعت احمدیہ کٹیا بھاگلپور (بہار)

صدر جماعت: مکرم ڈاکٹر محمد یونس صاحب ایم بی بی ایس۔ سیکرٹری مال: مکرم مصطفیٰ ایوب صاحب ایم اے بی ایل
سیکرٹری تعلیم وتربیت: مکرم شمس عالم صاحب ایڈووکیٹ

(۳) جماعت احمدیہ سنگر گچھ (مغربی بنگال)

صدر جماعت: مکرم ڈاکٹر معیذ الدین احمد صاحب
سیکرٹری مال: ” فضل کریم صاحب
سیکرٹری تعلیم وتربیت: مکرم محمد آفاق چوہدری صاحب
امام الصلوٰۃ: مکرم بدر الدین صاحب

(۴) جماعت احمدیہ گانتولا (مغربی بنگال)

صدر جماعت: مکرم ماسٹر محمد شمس الدین دانی صاحب
سیکرٹری مال: ” خیر الدین صاحب
امام الصلوٰۃ: مکرم خیر الدین صاحب
نائب صدر: مکرم محمد صابر حسنی صاحب
سیکرٹری تبلیغ وتربیت: مکرم مستقیم شیخ صاحب

(۵) جماعت احمدیہ امام نگر (مغربی بنگال)

صدر جماعت: مکرم محمد محسن حسین صاحب
سیکرٹری مال: ” عبدالحق صاحب
سیکرٹری تبلیغ وتربیت: مکرم عبدالرفیق صاحب
” ضیافت: مکرم محمد حبیب صاحب

حفظ قرآن مجید

سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے ارشاد فرمایا ہے:-

"نوجوانوں کے لئے خاص طور پر حفظ قرآن کریم کی تحریک کو کامیاب بنایا جائے۔ نوجوان کم از کم ایک پارہ حفظ کریں۔"

لہٰذا جماعت ہائے احمدیہ ہندوستان کے نوجوانوں کو تحریک کی جاتی ہے کہ کم از کم ایک پارہ قرآن مجید حفظ کرنے کا مصمم ارادہ کریں۔ اور رمضان شریف کے بابرکت مہینے سے حفظ کرنے کی ابتداء فرمائیں۔ اور اپنے ناموں سے اپنی جماعتوں کے سیکرٹریاں تبلیغ اور نظارت کو بھی مطلع کریں۔ اللہ تعالیٰ نوجوانوں کو حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد کی تعمیل کی توفیق عطا فرمائے آمین۔

ناظر دعوۃ وتبلیغ قادیان